ھُوَالَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ ۰ رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

فاروق

قادیان

ایڈیٹر میر قاسم علی احمدی

شرح چندہ پیشگی
[illegible]

تاریخہائے اشاعت ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸

جلد ۲۳ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۲ جمادی الاول ۱۳۵۷ھ مطابق ۲۱ جولائی ۱۹۳۸ء | نمبر ۲۷

Digitized by Khilafat Library Rabwah

١٢٢ منشی مولوی کاسعد الدین صاحب بی اے
اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر سکولز
گوجرخان - راولپنڈی
Gojar Khan

دس شرائط بیعت پنجابی نظم میں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام جن شرائط پر بیعت لیا کرتے تھے۔ وہ دس شرطیں ہیں۔ پنجابی زبان سے دلچسپی رکھنے والوں کی خاطر مکرم محترم حضرت حافظ غلام رسول صاحب وزیرآبادی نے اپنی ایام بیماری میں ان کو آسان پنجابی میں نظم کر کے فاروق میں اشاعت کے لئے عطا فرمایا ہے۔ امید ہے۔ کہ پنجابی زبان بولنے والے احمدی خود بھی حفظ کر لیں گے۔ اور اپنے بچوں کو بھی زبانی یاد کرا دیں گے۔ اور حافظ صاحب سلمہ اللہ کی صحت کے لئے جو عرصہ سے صاحب فراش ہیں۔ درد دل سے دعا کر کے ثواب حاصل کریں گے۔ (خاکسار - ایڈیٹر)

جیہڑیاں شرطاں اوپر حضرت بیعت لیندے آہے
(پہلی شرط اول) بیعت کرنے والا اوّل عہد کرے اس گل دا ٭
(دوجی (دوم)) دوجی شرط جو جھوٹ زنا بدنظری فسق فجوروں
تے نفسانی جوشاں وقت نہ آدی ہیٹھ اونہاندے
(تریجی رسوم) شرط تریجی بے ناغہ پنجوقتہ پڑھے نمازاں
نماز تہجد ہوندے چارے پڑھدا رہے ہمیشہ
بھی ہر روز گناہ اپنے دی منگدا رہے معافی
دلی محبت نال خدا دیاں کر کر یاد احساناں
(چوتھی) چوتھی شرط جو عام خلق اتے خاصہ مسلماناں
(پنجویں) پنجویں شرط جو غمی خوشی اتے وقت فراخی تنگی
تے راہ خدا وچہ جو ذلت تکلیف مصیبت آوے
(چھیویں) چھیویں شرط جو رسماں دی اوہ کرے نہ تابعداری

اوہ شرطاں میں نظم پنجابی کیتیاں پڑھے جو چاہے
جو مرتے دم تک شرکوں بچ سی رہے حکم پر چلدا
ظلم خیانت ہور بغاوت نچے فساد قصوروں
بھاویں کیسا جذبہ ہووے غصے جوش دلاندے
جیوں کر رب نبیؐ فرمایا نال آداب نیازاں
اتے درود نبیؐ پر پڑھنا رکھے اپنا پیشہ
استغفار کرے ہر حالت اللہ کافی شافی
تعریف تے حمد اس مولیٰ دی ہر روزہ ورد بنانا
ناجائز تکلیف نہ دے گا ہتھاں نال زباناں
راضی رہے قضا پر نال وفاداری خوش چنگی
خوشیوں کرے قبول نہ موڑے مکھ تے نہ گھبراوے
جیوں کر جاہل کر من بھانی ڈبے وچہ خواری

دارالامان کی خبریں

(۱) سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ کی طبیعت ہفتہ زیر اشاعت میں ناساز رہی۔ مگر ۲۰ر جولائی کو بفضلہ تعالیٰ صحت اچھی ہے۔ الحمد للہ۔

(۲) سیدۃ النساء حضرت ام المؤمنین مدظلہا العالی کو قبض و سر درد کی تکلیف ہے۔ احباب صحت کامل کی دعا فرماویں۔

(۳) پرسوں ۱۹ر جولائی کو خدا کے رحم سے بارش ہوئی۔ جس سے مرجھائی ہوئی کھیتیاں دکملائے ہوئے درخت سرسبز و شاداب ہو گئے۔

(۴) جن خریداروں کو وی۔ پی کئے گئے تھے۔ باوجود اخبار کے ذریعہ اسموار بھی اور مکرر سہ کرر بطور یاددہانی بھی اطلاع دی گئی۔ کہ وہ یا تو دفتر کو اطلاع کر دیں۔ کہ کب چندہ بھیجیں گے۔ یا بذریعہ ڈاک بابت ارسال اپنا ذمگی چندہ ارسال کر دیں۔ مگر افسوس ہے۔ کہ اس وقت تک ستر وی۔ پی کئے گئے تھے۔ جن میں سے ۲۲ نے بلاوجہ معقول واپس کر دیئے۔ اسلئے اخبار ان کے نام سے بند کر دیا گیا ہے یہ نہایت اخلاقی کمزوری ہے۔ کہ اطلاع پاکر بھی نہ وی۔ پی وصول کریں۔ نہ کارڈ کے ذریعہ اطلاع دیں۔

نوٹ: نہ خود چندہ ارسال کریں۔ فاروق کی اشاعت بجائے بڑھانے کے کم کر رہے ہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

رب رسول دے حکم موافق اپنا عمل بناوے
(ستویں) ستویں شرط جو خودی تکبر چھوڑے لاف نہ مالے
(اٹھویں) اٹھویں شرط جو دین اسلام دی عزت تے ہمدردی
(ناویں) ناویں شرط جو خلق اللہ دی کرسال ہیں دلداری
(دسویں) دسویں شرط جو اِس عاجز دی کرے اطاعت پوری
محض خدا دے کارن ہووے ایسا قولوں پکا
یعنی ایسی خدمت گاری اس وچہ پائی جاوے

جو کجھ رب نبی فرمایا اس تھیں باہر نہ جاوے
نال حلیمی خوش خلقی وچہ دنیا عمر گذارے
اپنی جان تے مال اولادوں رکھساں عزت ہر دی
ہوندے چالے رب دے دیتوں کرساں خدمتگاری
نیک گماں وچہ مرنے توڑی رہے نہ بات ہدوری
دنیاں وچہ نظیر نہ اسدی رشتہ ناطہ تکا
جس دی ہور مثال نہ ہرگز ایسی نظری آوے

وچہ حالت بیماری جو کجھ میتھوں بنیا سریا
اردو نوں میں نظم پنجابی اندر ڈھال وکھایا
غلام رسول وزیرآبادی کیتی نظم آسانی
اس بیمار دے کارن سارے دوست کرن دعائیں

کرکے نظم پنجابی تحفہ بھائیاں اگے دھریا
ہر اک پڑھنے والے نوں توں کریں مفید خدایا
ہے امید جو شوقاں والے کرسن یاد زبانی
کرے معاف گناہ تقصیراں بخشے جلد شفائیں

تحریک جدید کے مطالبات کا خلاصہ

چونکہ ان دنوں حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالےٰ کے ارشاد کی تعمیل میں احمدی جماعتیں تحریک جدید کے متعلق جلسے کررہی ہیں۔ اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ تحریک جدید کے مطالبات مختصر طور پر درج اخبار کردیئے جائیں۔ تاکہ جلسوں میں ان کو مدنظر رکھ کر تقریریں کی جائیں۔

سادہ زندگی

ا۔ ہر احمدی یہ اقرار کرے۔ کہ وہ ایک سالن استعمال کریگا۔ گو دعوتوں میں ایک سے زیادہ کھانے کی اجازت ہے۔ مگر اس میں بھی گذشتہ دستور سے کمی کی کوشش کی ضرورت ہے۔ عیدین کے موقعہ کو کھانے پینے کی پابندی سے مستثنیٰ سمجھا جائے گا۔

(ب) جن کے پاس کافی کپڑے ہوں۔ وہ ان کے خراب ہونے تک اور کپڑے نہ بنوائیں اور جو لوگ نئے کپڑے زیادہ بنواتے ہیں۔ وہ نصف یا تین چوتھائی یا ⅘ پر آجائیں۔ اور عورتیں یہ معاہدہ کرلیں۔ کہ محض پسند پر کپڑا نہ خریدیں گی۔ بلکہ جب ضرورت ہو۔ کپڑا لیں گی۔ دوسری پابندی عورتوں کے لئے یہ ہے۔ کہ اس عرصہ میں گوٹہ کناری فیتہ وغیرہ نہ خریدیں گی۔ اگر پہلا موجود ہو۔ تو اسے استعمال کیا جاسکتا ہے۔

ج۔ کوئی نیا زیور نہ بنوائیں۔ پرانے زیور کو تڑوا کر نیا بنوانے کی بھی ممانعت ہے۔ ٹوٹے ہوئے زیورات کی مرمت جائز ہے۔

د۔ احباب جماعت اپنے طبیبوں سے علاج کرائیں۔ اور اطباء یہ عہد کریں۔ کہ علاج میں غیر ضروری مصارف نہیں ہونے دیں گے۔

ھ۔ کوئی احمدی کسی سینما۔ سرکس۔ تھیٹر وغیرہ غرضیکہ کسی تماشہ میں بالکل نہ جائے۔

و۔ یہ حدبندی تو نہیں ہوسکتی۔ کہ اتنے زیور اور جوڑوں سے زیادہ نہ دیں۔ ہاں یہ چیزیں کم کردی جائیں۔ جو شخص اپنی لڑکی کو شادی کے موقعہ پر زیادہ دینا چاہے۔ وہ کچھ زیور۔ کپڑا اور باقی نقدی کی صورت میں دیدے۔

ز۔ آرائش و زیبائش پر خواہ مخواہ روپیہ ضائع نہ کریں۔ پرانے کپڑوں سے زیبائش کی جاسکتی ہے۔ کیونکہ اس سے دستکاری کو ترقی ہوتی ہے۔ ہاں نئی چیزوں پر پیسے خرچ نہ کئے جائیں۔

ح۔ تعلیمی فیس آلات یا اوزاروں یا سٹیشنری اور کتابوں وغیرہ میں کمی کرنا ہمارے واسطے مضر ہے (نوٹ) چونکہ اسکی تعمیل میں زیادہ اثر قادیان کے دوکانداروں پر پڑے گا۔ لہذا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے تحریک فرمائی ہے۔ کہ احباب جماعت سب چیزیں قادیان سے خریدا کریں۔ اگر اس میں نقصان بھی ہوگا۔ تو بھی فائدہ کا موجب ہوگا۔ لیکن قادیان کے دوکانداروں کو بھی چاہیئے۔ کہ زیادہ بکری پر تھوڑے منافع کا اصول رکھیں۔

امانت جائداد

احباب جماعت اپنی آمد کا ⅕ سے ⅓ حصہ جس میں مختلف چندے اور دارالانوار کا حصہ بھی شامل کرلیا جائے گا۔ تین سال تک دفتر محاسب میں جمع کرائیں۔ تین سال کے بعد یہ رقم نقد یا اتنی جائیداد کی صورت میں واپس کردی جائیگی۔

تبلیغ بیرون ہند

ایسے نوجوان اپنے آپ کو پیش کریں۔ جو کچھ خرچ کا بوجھ خود اٹھائیں۔ اور صرف چھ ماہ کا خرچ لے کر بعض غیر ممالک میں تبلیغ کے لئے چلے جائیں۔ اس عرصہ میں ان کا یہ بھی کام ہوگا کہ یہاں کے تاجروں سے وہاں کے تاجروں کے تجارتی تعلقات بھی قائم کریں۔

وقف رخصت

سرکاری ملازمین جن کی تین ماہ کی رخصتیں جمع پڑی ہوں۔ وہ ان کو سلسلہ کی خدمت کے لئے وقف کردیں۔ ان کو اس عرصہ میں تبلیغ کے لئے بعض علاقہ جات میں مقرر کردیا جائیگا۔ اور اس عرصہ کے اخراجات وہ خود برداشت کریں گے۔

وقف زندگی

ایسے نوجوان اپنے آپ کو پیش کریں۔ جو تین سال کے لئے اپنی زندگیاں وقف کریں۔ اور اتنی بھی فکر نہ کریں۔ کہ کل کی روزی ان کو کہاں سے ملے گی۔ وہ خدا پر بھروسہ کرکے چلے جائیں۔ اور تبلیغ کرتے پھریں۔

وقف رخصت موسمی

جن ملازمین کی رخصت جمع نہیں ہوسکتی۔ وہ اس سے کم رخصت جو بھی ملے وقف کریں۔ زمیندار بھی اپنے فارغ اوقات وقف کردیں۔ ان کو ان کے مناسب حال مقام پر سلسلہ کی خدمت پر مقرر کردیا جائیگا۔

صاحب پوزیشن لیکچر دیں

جو احمدی احباب اپنے عہدہ یا کسی علم کے لحاظ سے کوئی پوزیشن رکھتے ہوں وہ اپنے آپ کو پیش کریں۔ تاکہ مختلف مقامات کے جلسوں میں مبلغوں کے سوائے ان کو بھیجا جائے۔

ریزرو فنڈ

۲۵ لاکھ روپے سے ریزرو فنڈ قائم کرنے کے لئے احباب اپنے غیر احمدی اور غیر مسلم احباب سے چندہ اکٹھا کریں

پنشنر متوجہ ہوں

پنشنر خدمت دین کے لئے اپنے آپ کو پیش کریں۔ وہ چھوٹی سرکار سے پنشن لیں۔ اور بڑی سرکار کا کام کریں۔

طلباء کو تعلیم کے لئے قادیان (بورڈنگ تحریک جدید میں داخل کرکے) تعلیم کے لئے بھیجیں۔ تاکہ دینی تربیت پر زور دیکر جس رنگ میں ان کو رکھنا چاہیں۔ رکھ سکیں۔

اعلےٰ تعلیم دلائیں

صاحب حیثیت لوگ جو اپنے بچوں کو اعلےٰ تعلیم دلانا چاہیں۔ وہ اس کے متعلق اس کمیٹی کو اطلاع دیں۔ جو اس غرض کے لئے قائم کی گئی ہے۔ کہ ان کو مشورہ دیا جائے کہ وہ اپنے بچوں کو کس محکمہ کے لئے تیار کریں۔

بیکاروں کو ہدایت

جو نوجوان گھروں میں بیکار ہیں۔ وہ اپنے وطن کو چھوڑ دیں۔ اور خود ہی کوئی علاقہ تجویز کرکے اس طرف نکل جائیں۔

اپنے ہاتھ سے کام کریں

جماعت کے دوست اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ڈالیں۔ اسمیں ذلت محسوس نہ کریں۔

چھوٹے سے چھوٹے کام کریں۔

جو لوگ بیکار رہیں۔ وہ بے کار نہ رہیں۔ بلکہ چھوٹے سے چھوٹا کام جو بھی انہیں مل سکے۔ کرلیں۔

قادیان میں مکان بنائیں۔

باہر کے لوگ قادیان میں مکان بنانے کی کوشش کریں۔ اور فی الحال قادیان۔ بھینی اور ننگل کے سوا کسی گاؤں سے آبادی کے لئے زمین نہ خریدی جائے۔ **دعا کریں۔** جو لوگ ان مطالبات میں شریک نہ ہوسکیں۔ وہ ...

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فاروق

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جلد ۲۳ قادیان دارالامان مورخہ ۲۱ر جولائی سنہ ۱۹۳۸ء نمبر ۲۷

خطبہ جمعہ مورخہ ۸ر جولائی سنہ ۳۸ء

میاں عزیز احمد صاحب مرحوم سے متعلق اپنوں کے بعض خیالات اور معاندین کے اعتراضات

فرمودہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ

(۳)

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا :-

میں گذشتہ خطبات کے سلسلہ میں اب وہ اعتراضات لیتا ہوں۔ جو ہمارے اندر سے بعض نکل جانے والے آدمیوں کی طرف سے۔ یا ان کے بھائی احرار کی طرف سے اپنے خطبوں یا پرائیویٹ مجالس میں بیان کئے گئے ہیں۔ ان دو اعتراضوں میں سے

پہلا اعتراض

یہ ہے۔ کہ ظاہر یہ کیا جاتا ہے۔ کہ ہم نے میاں عزیز احمد صاحب کی مدد نہیں کی۔ حالانکہ ان کے مقدمات پر ہزاروں روپیہ خرچ کر دیا گیا ہے ورنہ وہ غریب آدمی ہائی کورٹ اور پھر پریوی کونسل تک مقدمہ کیونکر لڑ سکتا تھا۔ گویا یہ جو مرکز کی طرف سے کہا گیا ہے۔ کہ ہم نے میاں عزیز احمد صاحب کی مدد نہیں کی۔ یہ درست نہیں۔ ورنہ

ہائی کورٹ اور پریوی کونسل

تک مقدمہ میاں عزیز احمد صاحب جیسا غریب آدمی کیونکر لڑ سکتا تھا۔

پہلے تو میں اصولی طور پر اس امر کے متعلق یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ کسی شخص کا جرم انکشاف کے بعد ثابت ہوتا ہے۔ نہ کہ پہلے۔ خالی الزام کسی کے جرم کو ثابت نہیں کیا کرتا۔ (میں زیادہ تر اس مضمون میں اصول کے لحاظ سے ہی بحث کروں گا۔ کیونکہ وہ ہمیشہ کے لئے کار آمد ہوتے ہیں۔ ورنہ اعتراض تو لوگ کرتے رہتے ہیں۔ اور کرتے چلے جائیں گے)

رائج شدہ اصل

دنیا میں یہی ہے۔ اور یہ اسلام کا اور باقی تمام مذاہب کا بھی مسلمہ اصل ہے۔ اگر بعض مسلمان کہلانے والے یا یہودیت کو سچا سمجھنے والے یا عیسائیت کو اختیار کرنے والے غلطی کریں۔ تو یہ اور بات ہے۔ ورنہ قومی طور پر یہی مسلمہ اصل ہے۔ کہ محض الزام لگا دینا کسی جرم کے ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں ہوتا۔ ہاں جب ثبوت مہیا کر دیا جائے۔ اور جب انسان ان شواہد کو دیکھ کر یہ قطعی نتیجہ نکالے۔ کہ اب جرم ثابت ہو گیا ہے۔ تو پھر اس کا حق ہے۔ کہ ملزم کو مجرم کہے۔ اس سے پہلے وہ مجرم نہیں ہوتا۔ تو

جرم انکشافِ حقیقت کے بعد ثابت ہوتا ہے

چاہے یہ انکشاف عدالت میں مقدمہ جانے کے بعد ہو۔ یعنی کوئی باقاعدہ عدالت اس مقدمہ کو سُنے اور پھر وہ فیصلہ کر دے۔ کہ اب جرم ثابت ہو گیا ہے۔ اور چاہے ذہنی اور عقلی طور پر کوئی شخص مختلف امور پر غور کر کے ایک نتیجہ قائم کرے۔ کیونکہ ہر انسان کے اندر خواہ وہ ادنےٰ ہو یا اعلےٰ۔ پڑھا لکھا ہو یا اَن پڑھ۔ خدا تعالےٰ نے

ججی کی قابلیت

رکھی ہے۔ اور یہ ممکن ہی نہیں۔ کہ انسانی آنکھوں کے سامنے سے کوئی چیز گذرے۔ یا کسی اور حس کے ذریعہ سے ایک امر کا اسے علم ہو۔ اور اس کے متعلق انسان کوئی فیصلہ نہ کرے۔ پس چونکہ ہر انسان جج ہے۔ اسلئے اگر پورے طور پر سوچنے اور غور کرنے کے بعد کسی شخص پر انکشاف حقیقت ہو جائے۔ تو وہ کہہ سکتا ہے۔ کہ فلاں مجرم ہے۔ لیکن بہر حال جُرم انکشاف کے بعد ثابت ہوگا۔ نہ کہ پہلے۔ اگر جُرم محض مقدمہ دائر کر دینے سے ثابت ہو جاتا ہو۔ تو پھر ہر وہ وکیل جو مدعا علیہ کی طرف سے پیش ہوتا ہے۔ مجُرم اور گنہگار ہے۔ کیونکہ وہ

مجرم کی امداد

کرتا ہے۔ لیکن یہ اصل اگر دنیا میں رائج ہو جائے تو پھر خود ہی سوچو۔ کہاں امن باقی رہ سکتا ہے اس قسم کا اعتراض کرنے والے چونکہ نہ صرف عام مسلمان ہیں۔ بلکہ بعض احمدی کہلانے والے بھی ہیں۔ اس لئے میں انہیں سمجھانے کے لئے کہتا ہوں۔ کہ فرض کرو۔ کسی جگہ

احمدی یا اسلامی حکومت

قائم ہو۔ اور وہاں یہ قانون نافذ ہو۔ کہ ملزم کی طرف سے پیش ہونے والا وکیل گنہگار ہوتا ہے۔ تو کیا ایسی حکومت سے لوگ ایک دن بھی خوش رہ سکتے ہیں۔ اور کیا ایسی حکومت دنیا میں امن قائم کر سکتی ہے۔ آخر عدالت میں مقدمہ تبھی آئے گا۔ جب کسی پر الزام لگے گا۔ کہ اس نے فلاں خلاف قانون فعل کا ارتکاب کیا ہے۔ اب اگر الزام کے لگنے کے ساتھ ہی وہ مجرم بھی بن جاتا ہے۔ تو لازماً ہر وہ وکیل جو اس کی طرف سے عدالت میں پیش ہوگا۔ گنہگار ہوگا۔ اب تم ایسی گورنمنٹ فرض کر کے خود ہی سوچ لو۔ کہ کیا اس سے امن قائم ہوگا۔ یا فساد ہی فساد بڑھتا چلا جائیگا۔ فرض کرو۔ تم ایک دن خاموشی سے بازار سے گزر رہے ہو۔ اور کوئی بدمعاش دوکاندار تمہیں سادہ لوح سمجھ کر شور مچا دیتا ہے اور کہنے لگ جاتا ہے۔ کہ تم نے اس کی دکان سے مال اٹھا لیا۔ اور اسکی غرض یہ ہے۔ کہ ڈر کر تم اسے کچھ روپے دے دو۔ مگر تم اسے روپیہ نہیں دیتے۔ اور مقدمہ عدالت میں جاتا ہے۔ تو اب بجائے اس کے کہ اس ظلم کا ازالہ کیا جائے۔ جو تم پر کیا گیا ہے۔ اور تمہاری

شرافت کی تائید

کی جائے۔ اگر اس اصل کے ماتحت کہ جرم محض مقدمہ کر دینے سے ثابت ہو جاتا ہے۔ تمہاری مدد سے ہاتھ کھینچ لیا جائے۔ اور کہنا شروع کر دیا جائے۔ کہ جو وکیل بھی تمہاری طرف سے پیش ہوگا۔ وہ گنہگار ہوگا۔ کیونکہ وہ ایک ملزم کی حمایت کرتا ہے۔ تو کیا یہ درست طریق عمل ہوگا۔ اور کیا تمہارا جی چاہے گا۔ کہ یہی اصل تمام دنیا میں رائج ہو جائے۔ اور اگر کوئی شخص اپنی نادانی سے سمجھتا ہے۔ کہ اسلام کا یہی منشا ہے تو اس کے معنے یہ ہوئے۔ کہ نعوذ باللہ اسلام ہر شریف آدمی کی پگڑی اچھال لینے کی تائید کرتا اور مظلوموں کی امداد کو گناہ قرار دیتا ہے۔ تو

کسی ملزم کو مجرم قرار دینا حماقت کی بات ہوتی ہے

ملزم کے معنی صرف اتنے ہیں۔ کہ اس پر کوئی الزام لگایا گیا ہے۔ آگے وہ الزام سچا ہے یا جھوٹا۔ یہ بعد میں ثابت ہوگا۔ اسی لئے قانونی طور پر مجرم اور ہوتا ہے۔ اور ملزم اور۔ جب تک مقدمہ کا فیصلہ نہیں ہوتا۔ وہ ملزم ہوتا ہے۔ اور جب اس کے خلاف فیصلہ ہو جاتا ہے۔ تو وہ مجرم ہوتا ہے۔ عربی میں بھی یہ دونوں اصطلاحیں رائج ہیں۔ چنانچہ ملزم اسے کہتے ہیں۔ جس پر الزام لگایا گیا ہو۔ اور مجرم اسے کہتے ہیں۔ جس کے متعلق کسی

جرم کا اثبات

ہو چکا ہو۔ تو جب تک عدالت مقدمہ کا فیصلہ نہیں کرتی۔ یا کسی اور ذریعہ سے انکشافِ حقیقت نہیں ہوتا۔ اس وقت تک ملزم مجرم نہیں ہو سکتا۔ اور جس کی مدد سے اسلام روکتا ہے۔ اور جس کی تائید سے ہر شریف آدمی بچتا ہے۔ وہ ملزم نہیں بلکہ مجرم ہے۔ اگر ملزموں کی مدد سے اسلام روکتا ہو۔ تو اس کا مطلب یہ ہوگا۔ کہ وہ مظلوموں کی مدد کرنے سے روکتا ہے۔ حالانکہ یہ درست نہیں۔

یہ تو

اصولی جواب

ہے۔ جو مَیں نے دیا۔ لیکن میں کہتا ہوں۔ معترض اپنے گھر کی بات بھی تو بیان کریں۔ کیا ان کے آدمیوں پر جب مقدمات دائر ہوتے ہیں۔ وہ ان کی مدد

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کرتے ہیں یا نہیں۔ مثلاً مولوی عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری پر اس وجہ سے مقدمہ ہوا۔ کہ انہوں نے بانیٔ سلسلہ احمدیہ اور جماعت احمدیہ کو اپنی تقریر میں گالیاں دی تھیں۔ اب

گالیاں دینا اپنی ذات میں ایک جرم

ہے۔ اخلاقی طور پر بھی۔ مذہبی طور پر بھی۔ اور قانونی طور پر بھی۔ لیکن جب وہ مقدمہ ہوا۔ احرار نے ان کے لئے چندے بھی کئے۔ وہ وکیل بھی لائے۔ اور وہ جمع ہو کر اور پارٹیاں بن بن کر عدالتوں میں بھی جاتے رہے۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ وہ ایسا کیوں کرتے رہے۔ اگر کسی ملزم کی مدد کرنا گناہ ہے۔ تو یہ گناہ خود ان کے گھروں میں بھی ہوتا چلا آیا ہے۔ اور جو مقدمات احرار پر ہوئے ہیں۔ ان سب میں ان کی طرف سے ڈیفنس پیش کیا گیا ہے۔ انہوں نے چندے بھی اکٹھے کئے ہیں۔ انہوں نے مدد کے لئے لوگوں سے اپیلیں بھی کی ہیں۔ اور سب نے قومی طور پر ان میں حصہ لیا ہے۔ مگر ہماری طرف سے کبھی ان پر یہ اعتراض نہیں کیا گیا۔ کہ وہ ملزم کی کیوں امداد کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ کہتے تھے کہ اس حصہ میں ہم ملزم کو مجرم نہیں سمجھتے۔ تو پھر اگر کوئی دوسرا بھی ملزم کی کسی ایسی بات میں مدد کرتا ہے۔ جس میں وہ اسے مجرم نہیں سمجھتا۔ تو اس پر انہیں اعتراض کرنے کا کیا حق ہے۔ بلکہ مشتبہ بات تو الگ رہی۔ ایسے کیسز موجود ہیں۔ جن میں جرم نہایت واضح تھا۔ اور شبہ والی کوئی بات نہیں تھی۔ مگر پھر بھی ان کی مدد کی گئی۔ مثلاً میاں عبدالرشید دہلوی نے جب

شردھانند جی پر حملہ

کیا۔ یا میاں علم الدین لاہوری نے لاہور کے ایک ہندو مصنف پر حملہ کیا۔ یا میاں عبدالکریم نے کراچی میں ایک ہندو یا سکھ پر (مجھے صحیح یاد نہیں) حملہ کیا۔ تو تمام مسلمانوں نے ان کے لئے چندے بھی کئے۔ ان کی طرف سے وکیل بھی مقرر کئے۔ اور ان کی ہر رنگ میں امداد کی۔ حالانکہ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے۔ ان میں سے دو

اقراری مجرم

تھے۔ اور وہ کہتے تھے۔ کہ ہم نے واقعہ میں قتل کیا ہے۔ اور جب وہ اقراری مجرم تھے۔ تو پھر کیا وجہ ہے۔ کہ انہوں نے ان کی امداد کی۔

پس بفرض محال اگر یہ اعتراض سچا بھی ہو۔ (ابھی میں اس اعتراض کو تسلیم نہیں کرتا۔ میں صرف فرض کے طور پر امکانی رنگ میں گفتگو کر رہا ہوں) اور فرض کر لو۔ کہ جماعت نے میاں عزیز احمد صاحب کی مدد کی۔ اور اس مدد کے معنے یہ تھے۔ کہ ہم نے قتل پر انگیخت کی۔ تو پھر ماننا پڑے گا۔ کہ احرار اور مسلمانوں نے بھی میاں عبدالرشید دہلوی۔ میاں علم دین لاہوری اور میاں عبدالکریم کراچی والے کی مدد کر کے

قتل پر انگیخت

کی ہے۔ آخر یہ ایسے ہی مقدمات تھے۔ جیسے میاں عزیز احمد صاحب پر مقدمہ دائر ہوا پھر جب ان مقدمات کے دوران میں انہوں نے ملزمین کی مدد کی ہے۔ ان کے لئے لوگوں سے چندے لئے ہیں۔ اور ان کے مقدمات کی پیروی کے لئے اپنے میں سے وکیل مقرر کئے ہیں۔ اور اس کے معنے قتل کی انگیخت کے ہوتے ہیں۔ تو ماننا پڑیگا۔ کہ اسی جرم کا ارتکاب وہ بھی کرتے رہے ہیں۔ پس جو کام وہ خود بھی کرتے رہے ہیں۔ اگر اسی قسم کا کام بفرض محال کوئی دوسرا بھی کرے۔ تو اس پر انہیں اعتراض کرنے کا کیا حق ہے۔ مگر جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ محض الزام سے ملزم مجرم نہیں بن جاتا۔

اسی اصل کے ماتحت اب میں وہ حقیقت بیان کرنا چاہتا ہوں۔ جس کے بعد ہر منصف مزاج شخص یہ سمجھ جائیگا۔ کہ یہ اعتراض کس قدر غلط ہے۔

جس وقت یہ واقعہ رونما ہوا ہے۔ اور اسکی ہمیں پہلے پہلے اطلاع ملی ہے۔ تو وہ ایسی شکل میں تھی۔ جس سے اندازہ یہ کیا گیا۔ کہ یہ ایک

باہمی لڑائی

تھی۔ جس میں غالباً حملہ میاں فخرالدین صاحب کی پارٹی نے کیا تھا۔ اور اسکی بنا بعض ایسے گواہوں کی شہادات پر تھی۔ جنہوں نے بیان کیا۔ کہ انہوں نے پہلے دو شخصوں کو میاں عزیز احمد صاحب پر حملہ کرتے دیکھا۔ جس کے بعد انہوں نے اٹھ کر ان میں سے ایک پر حملہ کیا۔ (اسکی تشریح اخبار الفضل ۲۰ اگست ۳۷ء میں ہو چکی ہے) اس صورت میں ہم سمجھتے تھے۔ کہ میاں عزیز احمد صاحب پر قتل کا جو الزام لگایا جاتا ہے۔ وہ غلط ہے۔ اور لازمی طور پر ہمارا فرض تھا۔ کہ ہم اپنے آدمی کی مدد کرتے۔ جب بعض افراد ایک

جماعت کی باگ

اپنے ہاتھ میں لیتے ہیں۔ تو ان کا فرض ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنی جماعت کو بچانے کے لئے ہر جائز کوشش کریں۔ پس بحیثیت خلیفہ ہونے کے میرا اور بحیثیت ناظر ہونے کے ناظروں کا اور بحیثیت پریذیڈنٹ ہونے کے پریذیڈنٹوں کا اور بحیثیت سکرٹری یا کوئی اور عہدیدار ہونے کے سکرٹریوں اور باقی تمام عہدیداروں کا اور بحیثیت احمدی ہونے کے ہر احمدی کا یہ فرض ہے۔ کہ اگر وہ دیکھے۔ کہ کوئی احمدی کسی ایسے الزام میں ماخوذ ہے۔ جو درست نہیں۔ تو اسکی ہر جائز اور ممکن امداد کرے پس اس وقت بحیثیت جماعت ان کی

امداد کا فیصلہ

کیا گیا۔ یعنی وکلاء کو ناظروں نے بلوایا۔ ان سے مشورہ لیا۔ اور انہیں مناسب ہدایتیں دیں۔ غالباً مرزا عبدالحق صاحب اور مولوی فضل دین صاحب وکیل سے کہا گیا۔ کہ وہ لوگوں سے گواہیاں لیں۔ چنانچہ انہوں نے

مقدمہ کی تیاری

شروع کر دی۔ لیکن دو تین دن کے بعد جبکہ مختلف بیانات اکٹھے ہو گئے۔ اور ان کا مجھ سے ذکر کیا گیا۔ تو مختلف شہادتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے یہ نتیجہ نکالا۔ کہ ہمارا پہلا علم غلط فہمی پر مبنی تھا۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ میاں عزیز احمد صاحب کی طرف سے پہلا حملہ ہوا ہے۔ دفاع نہیں ہوا۔ مجھے جب یہ معلوم ہوا۔ میری طرف سے اسی وقت ہدایت کر دی گئی۔ کہ جماعت اس بارہ میں بحیثیت جماعت ان کی مدد نہ کرے۔ چنانچہ مرکز سلسلہ نے اپنی مدد واپس لے لی۔

درحقیقت مرزا عبدالحق صاحب نے جب مختلف بیانات مجھے آ کر سنائے۔ تو اس وقت میں نے ان سے یہ نتیجہ نکالا۔ کہ پہلا حملہ میاں عزیز احمد صاحب پر نہیں۔ بلکہ میاں فخرالدین صاحب پر تھا۔ چنانچہ میں نے انہیں کہہ دیا۔ کہ اس تحقیق کے بعد ہمارا حق نہیں۔ کہ ہم ملزم کی برأت ثابت کریں۔ مرزا صاحب میرے پاس سے اٹھ کر گئے ہی تھے۔ کہ چند منٹ کے بعد ناظر صاحب امور عامہ آئے اور انہوں نے بیان کیا۔ کہ میاں بشیر احمد صاحب کا خیال ہے۔ کہ اس وقت تک جس نتیجہ پر ہمارے دوست پہنچے ہیں۔ وہ غلط ہے کیونکہ بعد میں بعض گواہیاں ایسی ملی ہیں۔ جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ

پہلا حملہ

میاں عزیز احمد صاحب نے کیا ہے۔ اس پر میں نے انہیں بتایا۔ کہ ابھی ابھی میں بھی اسی نتیجہ پر پہنچ چکا ہوں۔ اور میں ہدایت دے چکا ہوں۔ کہ ہماری طرف سے جماعتی طور پر ان کے لئے کوئی کوشش نہیں ہونی چاہیئے۔ یہ غلط فہمی کیونکر ہوئی؟ اس کے متعلق پہلے بھی شائع ہو چکا ہے۔

دراصل بات یہ ہوئی۔ کہ لڑائی دو جگہ پر ہوئی تھی۔ یعنی پہلے بازار کے اس حصہ میں جہاں نسبتاً ہندو۔ سکھ اور غیر احمدی دوکاندار زیادہ ہیں۔ اور یہاں میاں عزیز احمد صاحب نے پہلا حملہ کیا۔ پھر چند گز ہٹ کر اس جگہ پر جہاں احمدی دوکاندار زیادہ ہیں۔ یہاں میاں فخرالدین صاحب کے ساتھیوں نے ہاکی مار کر اسے گرایا۔ اور چوٹیں کھانے کے بعد میاں عزیز احمد صاحب نے مدافعانہ حملہ کیا۔ پس وہ گواہ جن کی گواہی سے یہ نتیجہ نکالا گیا۔ کہ پہلا حملہ میاں عزیز احمد صاحب نے نہیں کیا۔ بلکہ میاں فخرالدین صاحب کے ساتھیوں نے کیا ہے اس وقوعہ کے گواہ تھے۔ جو ان کی دوکانوں کے سامنے پہلے حملہ کے بعد ہوا تھا۔ اس جگہ یہی نظر آتا تھا۔ کہ میاں عزیز احمد صاحب بھاگ رہے ہیں۔ اور ان کے پیچھے پیچھے میاں فخرالدین صاحب کے ساتھی ہاکی اٹھائے دوڑ رہے ہیں۔ اور اس جگہ کی گواہی واقعی یہی ثابت کرتی تھی۔ کہ ان کا حملہ صرف مدافعانہ تھا۔ اور اس میں کوئی جھوٹ نہ تھا۔ مگر دوسری طرف ہندو اور سکھ گواہوں میں سے بعض ایسے تھے۔ جن کی گواہی کو کلی طور پر رد نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اور ان کا یہ بیان تھا۔ کہ بازار کے شروع میں پہلے میاں عزیز احمد صاحب نے حملہ کیا ہے۔ پس جب یہ دونوں حصے مل گئے۔ تب یہ بات ہماری سمجھ میں آئی۔ کہ پہلا حملہ میاں فخرالدین صاحب پر تھا۔ اور اس کے بعد

دوسرا تتمہ

وہ لڑائی تھی۔ جو چند گز ہٹ کر ہوئی۔ بہرحال جب ہماری غلط فہمی دور ہو گئی۔ اور اصل حقیقت ہم پر واضح ہو گئی۔ تو میں نے اسی وقت سلسلہ کے ذمہ وار ارکان سے کہہ دیا۔ کہ اس صورت میں میاں عزیز احمد صاحب کی کوئی مدد نہیں کی جائے گی۔ دوسری طرف میں نے میاں عزیز احمد صاحب کو یہ پیغام بھجوا دیا۔ کہ ہماری تحقیق یہی ہے۔ کہ تمہاری طرف سے پہلا حملہ ہوا۔ اور اگر تمہارا علم بھی یہی کہتا ہے۔ تو تمہیں کم سے کم **اپنی عاقبت خراب نہیں کرنی چاہیئے** اور جو سچی بات ہے۔ اس کا اقرار کر لینا چاہیئے۔ کیونکہ جسم کی حفاظت کی نسبت ایمان کی حفاظت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

زیادہ مقدم ہے۔ اتفاق کی بات یہ ہے۔ کہ اسی دن مسٹر انز ڈپٹی کمشنر گورداسپور یہاں آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے دوران گفتگو میں خان صاحب مولوی فرزند علی صاحب سے ذکر کیا۔ کہ مخالفین احمدیت کہتے ہیں۔ جماعت احمدیہ اب اسے قومی ہیرو بنا دے گی۔ اور اس طرح دوسرے نوجوانوں میں قتل کے جذبات پیدا ہو جائیں گے۔ اس لئے ہم خواہش کرتے ہیں۔ کہ قومی طور پر جماعت اس مقدمہ میں حصہ نہ لے خان صاحب فرزند علی صاحب اس وقت ناظر امور عامہ نہیں تھے۔ انہوں نے جب مجھ سے اس کا ذکر کیا۔ تو میں نے انہیں بتایا۔ کہ مجھے جس وقت سے اس بات کا علم ہوا ہے۔ کہ پہلا حملہ میاں عزیز احمد صاحب نے کیا ہے۔ میں نے اسی وقت یہ ہدایت کر دی ہے۔ کہ جماعت بحیثیت جماعت اسکی کوئی مدد نہ کرے۔ اور اسے بھی نصیحت کر دی ہے۔ کہ جو کچھ سچی بات ہے۔ وہ بلا کم و کاست بیان کر دے۔ آج اسکی پیشی ہے اور ہم امید رکھتے ہیں۔ کہ اگر وہ سچا احمدی ہے تو وہ ضرور اپنے جرم کا اقرار کرے گا۔ چنانچہ اتفاق کی بات ہے۔ کہ جس وقت ڈپٹی کمشنر صاحب یہ کہہ رہے تھے۔ کہ جماعت اب اسے

قومی ہیرو

بنا دیگی۔ عین اسی وقت کمرۂ عدالت میں میاں عزیز احمد صاحب یہ بیان دے رہے تھے۔ کہ میں نے خود میاں فخر الدین صاحب کے پوسٹر کی وجہ سے اشتعال میں آکر ان پر حملہ کیا ہے۔ جب اس قسم کی حرکت قاضی محمد علی صاحب سے ہوئی تھی۔ اس وقت بھی میں نے انہیں یہی نصیحت کی تھی۔ کہ اگر آپ سے کوئی قصور ہوا ہے۔ تو اس کا اقرار کر لیں۔ اس کے مقابلہ میں ذرا یہ معترض بھی بتائیں۔ کہ ان کے آدمی کس طرح اقرار کیا کرتے ہیں۔ ان کی طرف سے اکثر مقدمات میں

واقعات کو چھپانے کی کوشش

کی جاتی ہے۔ اور پھر جھوٹے گواہ عدالت میں پیش کر دئے جاتے ہیں۔ مگر احمدی کیسز میں کوئی ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی۔ جس میں واقعات کو چھپانے اور اصلیت پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی گئی ہو۔ یہ واقعہ بھی ایک ایسے بازار میں ہوتا ہے۔ جس میں کثرت سے احمدیوں کی دوکانیں ہیں۔ مگر ایک احمدی بھی جھوٹی گواہی نہیں دیتا۔ کیا یہ

سلسلہ احمدیہ کی سچائی کا ثبوت

نہیں۔ اگر دوسرے لوگ مقدمات میں جھوٹ بول سکتے ہیں۔ تو کیا احمدی اگر ان میں ایمان نہ ہوتا جھوٹ نہیں بول سکتے تھے۔ وہ بھی بول سکتے تھے۔ مگر اسی ایمان نے انہیں جھوٹ بولنے سے باز رکھا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے دلوں میں پیدا کر دیا ہے۔ پس یہ واقعہ بذات خود جماعت احمدیہ کی راستبازی کا ایک ثبوت ہے۔

اور اس واقعہ نے اور اسی قسم کے بعض اور واقعات نے ثابت کر دیا ہے۔ کہ اگر احمدی جھوٹ بولنے والے ہوتے۔ تو مقدمات ضرور مشتبہ ہو جاتے۔ مگر آج تک جتنے مقدمات میں ہماری جماعت کے افراد کو بظاہر نقصان پہنچا ہے۔ محض جرم کا اقرار کرنے اور سچ بولنے کی وجہ سے پہنچا ہے۔ مجھے خوب یاد ہے۔ قاضی محمد علی صاحب پر جن دنوں مقدمہ چل رہا تھا۔ ایک افسر سے ایک احمدی نے اس کا ذکر کیا۔ اور اس سے دریافت کیا۔ کہ کیا ان حالات میں وہ پھانسی کا مستحق ہے۔ اس افسر نے جواب دیا۔ کہ اگر وہ انکار کرتے۔ تو ان حالات میں پھانسی کیا وہ تو شاید کسی سزا کے بھی مستحق نہ ہوتے۔ مگر جو شخص خود اقرار کرے۔ اور کہے کہ میں نے قتل کیا ہے۔ اس کا کیا علاج ہو سکتا ہے۔ تو احمدیہ جماعت کی سچائی ہی ہے۔ جس نے

دشمنوں کیلئے ایک فتح کی صورت

پیدا کی۔ اور وہ ہماری جماعت کے بعض افراد کو سزا دلوانے میں کامیاب ہو گئے۔ ورنہ اور کسی صورت میں وہ سزا نہیں دلوا سکتے تھے۔ غرض ایک طرف مرکز سلسلہ نے اپنی مدد واپس لے لی۔ اور دوسری طرف انہیں نصیحت کر دی گئی۔ کہ وہ سچائی کو نہ چھوڑیں۔ اور اگر بہ قصور ان سے سرزد ہوا ہے۔ تو اس کا اقرار کر لیں۔ بلکہ مزید غلط فہمی دور کرنے کے لئے چونکہ مرزا عبد الحق صاحب اکثر سلسلہ کے مقدمات لڑتے ہیں۔ ان کو بھی روک دیا گیا۔ صرف یہ ہدایت دے دی گئی۔ کہ وہ

حالاتِ مقدمہ کی نگرانی

رکھیں۔ اور یہ دیکھتے رہیں۔ کہ مقدمات میں کوئی بات ایسی تو نہیں کی جاتی۔ جو سلسلہ کی بدنامی کا موجب ہو۔ تا کہ دشمنوں کی شرارتوں کا علم رہے۔ اس سے زیادہ اس مقدمہ میں جماعت نے کوئی حصہ نہیں لیا۔ بلکہ سلسلہ کی کوششیں محدود رہیں۔

اسی عرصہ میں جیسا کہ میں بتا چکا ہوں۔

حکومت کی طرف سے شکایت

ہوئی۔ کہ احمدیت کے مخالفین یہ کہتے ہیں۔ کہ جماعت احمدیہ اسے قومی ہیرو بنا دے گی۔ اور یہ کہنے لگ جائے گی۔ کہ وہ بڑا نیک بڑا قربانی کرنے والا اور سلسلہ کا بڑا خدمتگذار تھا۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ دوسرے نوجوانوں کے دلوں میں بھی یہی خیال پیدا ہوگا۔ کہ آؤ ہم بھی کسی کو قتل کریں۔ اور

شہادت کا درجہ

پائیں۔ چنانچہ خان صاحب مولوی فرزند علی صاحب سے ڈپٹی کمشنر صاحب نے خواہش کی۔ کہ آپ اس مقدمہ میں قومی طور پر حصہ نہ لیں۔ چونکہ ہمارا اپنا بھی یہی فیصلہ تھا۔ اس لئے خانصاحب نے ان سے اقرار کیا۔ کہ ہماری جماعت بحیثیت جماعت اس میں حصہ نہیں لے گی۔ اور کہا۔ کہ ہم آپ کی مشکلات کو سمجھتے ہیں۔ ہم پر حقیقت چونکہ کھل چکی ہے۔ اس لئے ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں۔ کہ جماعت قومی طور پر میاں عزیز احمد صاحب کی مدد نہیں کرے گی۔ حکومت کا یہ مطالبہ جیسا کہ ہمیں بعد میں معلوم ہوا۔ ناجائز تھا۔ اور ہمارا اس سے یہ اقرار کر لینا بھی کہ ہم بحیثیت جماعت ملزم کی مدد نہیں کریں گے۔ جیسا کہ میں بعد میں ذکر کرونگا۔ نقصان دہ تھا۔ مگر بہرحال ہم نے اقرار کیا۔ اور بعد میں اس سے ہمیں نقصان پہنچا۔ لیکن سلسلہ نے اسے قبول کر لیا۔ یہ مطالبہ نقصان دہ اس لئے تھا۔ کہ ایسے مقدمات میں قتل کے واقعات کو بالعموم

سازش کا رنگ

دے دیا جاتا ہے۔ اور فریق مخالف صرف یہ ثابت نہیں کرتا۔ کہ فلاں نے اسے مارا ہے۔ بلکہ وہ یہ ثابت کرنا چاہتا ہے۔ کہ اس کے ذریعہ اسے مروایا گیا ہے۔ اور یہ طریق ہمارے ملک میں اتنی کثرت سے رائج ہے۔ کہ انگریز مصنف جو قانون کے ماہر ہیں۔ انہوں نے متعدد مقامات پر اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ ہندوستان میں قتل صرف منفرد فعل کی حد تک محدود نہیں رہتے۔ بلکہ ان قتلوں کو کسی سازش کا نتیجہ قرار دے دیا جاتا ہے۔ چنانچہ حال میں ہائیکورٹ میں ایک مقدمے کا فیصلہ ہوا ہے۔ جس میں یہ سوال درپیش تھا۔ کہ مرنے والے نے بہت سے آدمیوں کا نام لے دیا تھا۔ اور کہا تھا۔ کہ مجھے قتل کرنے میں یہ یہ شریک ہیں۔ پرانے زمانے میں یہ دستور تھا۔ کہ وہ مرنے والے کے بیان کو بڑی عظمت کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے۔ اور مقتول مرتے ہوئے جب بھی کسی کا نام لے دیتا۔ اسے ضرور گرفتار کر لیا کرتے تھے۔ اور دلیل یہ دیتے تھے۔ کہ مرنے والا جھوٹ نہیں بول سکتا۔ وہ خدا تعالےٰ کے سامنے اپنے

اعمال کی جواب دہی

کے لئے حاضر ہونے والا ہوتا ہے۔ وہ مرنے وقت بھلا جھوٹ کس طرح بول سکتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا۔ کہ مقتول مرتے وقت جو بیان بھی دے دیتا۔ اسے سچا سمجھ لیا جاتا۔ اور اس کے مطابق ملزموں کو سزا دے دی جاتی۔ لیکن آہستہ آہستہ معلوم ہوا۔ کہ ایسے موقعہ پر بھی بڑے بڑے جھوٹ بولے جاتے ہیں۔ اور اب عدالتوں کا رجحان اس طرف ہو گیا ہے۔ کہ ان گواہیوں کو تسلیم نہیں کرنا چاہیئے۔ چنانچہ جیسا کہ میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔ تین چار دن ہوئے۔ ہائیکورٹ کا ایک فیصلہ شائع ہوا ہے۔ جس میں بڑے بڑے ججوں اور وکلاء کی کتابوں کے حوالجات سے یہ بات لکھی گئی ہے۔ کہ ہندوستان میں کثرت سے یہ رواج ہے۔ کہ مرنے والا بہت سے آدمیوں کے نام لے دیتا ہے۔ کیونکہ اس کے رشتہ دار اسے کہتے ہیں۔ کہ اب تو تو مر چلا ہے۔ کوئی بیان ایسا دے جا۔ جس کے نتیجہ میں ہمارے فلاں فلاں دشمن پھنس جائیں۔ چنانچہ وہ ان کے حسب منشاء بیان دے دیتا ہے۔

درحقیقت ہمارے ملک کے لوگوں کے دلوں میں یہ ایک

غلط خیال

بیٹھ چکا ہے۔ کہ مرنے والا جھوٹ نہیں بول سکتا۔ مرتے وقت وہی جھوٹ نہیں بولا کرتا۔ جسے قیامت پر یقین ہوتا ہے۔ مگر جو قیامت اور بعث بعد الموت پر یقین ہی نہ رکھتا ہو۔ وہ اس موقعہ پر جھوٹ بولنے سے نہیں رہ سکتا۔ بلکہ زیادہ جھوٹ بولتا ہے۔ اور عقلاً بھی یہ کوئی ایسی بات نہیں۔ جس کا سمجھنا مشکل ہو۔ اگر اسے خدا تعالےٰ کی ہستی پر یقین ہوتا۔ اگر وہ سمجھتا۔ کہ مرنے کے بعد بھی ایک زندگی ہے۔ تو اسکی ساری عمر بدکاری میں کیوں گذرتی۔ اس کا تمام عمر بدیاں کرتے چلے جانا بتاتا ہے۔ کہ وہ عالم آخرت پر یقین ہی نہیں رکھتا تھا۔ تو اس کا موت کا بیان کیونکر قابل تسلیم ہو سکتا ہے۔ تو اس قسم کے واقعات ہمارے ملک میں ہوتے رہتے ہیں۔ لوگ جھوٹ بولتے ہیں۔ اور اس طرح

فریق مخالف کو پھنسانے کی کوشش

کرتے ہیں۔ یا مرنے والا بعض آدمیوں کے جھوٹ موٹ نام لے دیتا ہے۔ اور اس طرح انہیں پکڑوانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور یا پھر پولیس پر یہ زور دیا جاتا ہے۔ کہ یہ منفرد فعل نہیں۔ بلکہ کسی گہری سازش کا نتیجہ ہے۔ اس واقعہ میں بھی سنا گیا ہے۔ ایسا ہی ہوا۔ اور بیان کیا جاتا ہے۔ کہ

میاں فخر الدین صاحب نے مرتے وقت میرا نام بھی لیا

سید ولی اللہ شاہ صاحب کا نام بھی لیا۔ اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اسی طرح اور کئی آدمیوں کا نام لیا۔ اور کہا۔ کہ یہ یہ مجھے مروانے والے ہیں۔ اسی طرح ان کی پارٹی نے بھی ان مقدمات میں یہ کوشش کی۔ کہ یہ واقعۂ قتل سازش کا نتیجہ ثابت ہو۔ اب قانونِ انگریزی کے رُو سے ایسے فوجداری مقدمات میں ایک طرف گورنمنٹ ہوتی ہے۔ اور دوسری طرف مدعا علیہ۔ اور اگر کسی دوسرے نے کوئی بات اپنی بریّت کے لئے پیش کرنی ہو۔ تو اس کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ کہ یا گورنمنٹ کو قابو کرے۔ یا مدعا علیہ کی امداد کرے۔ اور اس کے دفاع کے ساتھ اپنا دفاع ملا کر پیش کرے۔ اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں ہوتی۔ پس اس کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ کہ یا تو مدعا علیہ سے دوستانہ تعلقات پیدا کرے۔ اور اس ذریعہ سے اپنا ڈیفنس پیش کرے یا حکومت سے دوستانہ تعلقات پیدا کرے

یہاں جب مقدمہ شروع ہوا۔ تو چونکہ گورنمنٹ کی طرف سے یہ مقدمہ چلایا گیا تھا۔ اس لئے لازمی طور پر دوسری پارٹی جو اصل مدعی تھی۔ اس نے حکومت کی مقامی مشینری سے وابستگی اختیار کی۔ اور چونکہ بعض مقامی پولیس افسر ہمارے دشمن تھے۔ اس لئے خود گورنمنٹ کی طرف سے یہ سوال اٹھایا جانے لگا۔ کہ اس میں سازش تھی۔ اور ایسے کئی امور مسل پر آ گئے۔ جن کا سلسلہ پر بُرا اثر پڑتا تھا۔ اور کہا جانے لگا۔ کہ صرف یہی قاتل نہیں۔ بلکہ اور لوگ بھی قتل کی اس سازش میں شریک ہیں۔ اب جبکہ حکومت کی طرف سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جا رہی تھی۔ کہ یہ قتل سازش کا نتیجہ ہے۔ ہماری جماعت کے لئے اپنی

بریّت کی صرف ایک ہی صورت

تھی۔ اور وہ یہ کہ وہ میاں عزیز احمد صاحب کے ڈیفنس میں ایسی باتیں مسل پر لاتی۔ جن سے ان امور کی تردید ہوتی۔ لیکن چونکہ ہم عہد کر چکے تھے۔ کہ ہم میاں عزیز احمد صاحب کی جماعتی طور پر کوئی مدد نہیں کریں گے۔ اس لئے اس اقرار کے ذریعہ دفاع کا صرف ایک ہی دروازہ جو ہمارے لئے کھلا تھا۔ وہ ہم نے اپنے اوپر بند کر لیا۔ جس کے نتیجہ میں مسل پر کئی ایسے امور آ گئے۔ جو سلسلہ پر ایک حملہ تھے۔ اور ہمیں ان کے دفاع کا کوئی موقعہ نہ ملا۔ غرض حکومت کا یہ مطالبہ کہ قومی طور پر جماعت احمدیہ اس مقدمہ میں حصہ نہ لے۔ یقیناً ہمارے لئے نقصان دہ تھا۔ کیونکہ جیسا کہ میں بتا چکا ہوں۔ ایسے مقدمہ میں دو ہی فریق ہوتے ہیں۔ یا حکومت یا ملزم۔ دوسری کسی پارٹی کو خواہ اس کے حقوق پر کس قدر ہی اثر کیوں نہ پڑ رہا ہو۔ براہِ راست دخل دینے کی اجازت نہیں ہوتی۔ فریق مخالف تو حکومت کے ذریعہ سے اپنا کام کر سکتا تھا۔ کیونکہ وہ حکومت کی طرح مدعی تھا۔ اور اس نے ایسا کیا بھی۔ چنانچہ پراسیکیوشن نے مقدمہ میں زور لگایا۔ کہ یہ سازش کا نتیجہ ہے۔ سلسلہ اگر ایسے حملوں کا دفاع کر سکتا تھا۔ تو محض اسی طور پہ کہ وہ

مدعا علیہ کی امداد

کرتا۔ اور اس کے دفاع کے ساتھ ملا کر اپنا دفاع کرتا۔ لیکن مذکورہ بالا وعدہ کی وجہ سے یہ راستہ سلسلہ کے لئے بند ہو چکا تھا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ایسے کئی امور جن کا سلسلہ پر بُرا اثر پڑتا تھا۔ مسل پر آ گئے۔ لیکن ان کے دفاع کا سلسلہ کو کوئی موقعہ نہ ملا۔ جھوٹ پھیلتا گیا۔ لیکن اس جھوٹ کا ازالہ نہ ہو سکا حقیقت یہ ہے۔ کہ جب جھوٹ اور فریب سے کام لے کر ایک منفرد فعل کو سازش قرار دیا جائے۔ تو قانوناً اور شرعاً ملزم کی مدد کرنے والے کبھی بھی مجرم نہیں کہلا سکتے۔ کیونکہ گو ملزم مجرم ہو۔ مگر جس پر سازش کا الزام لگایا گیا ہے اس کے پاس سوائے اس کے اور کونسا ذریعہ ہے۔ کہ وہ ملزم کی جائز حد تک امداد کرے۔ اور اس کے دفاع کے ساتھ اپنا دفاع ملا کر مسل پر وہ باتیں لے آئے۔ جن کا لانا ضروری ہے۔ اس صورت میں وہ مجرم نہیں کہلا سکتے۔ کیونکہ انہیں اس کام پر مجبور کرنے والے سازش کا الزام لگانے والے ہوتے ہیں۔ اگر دوسرا فریق ایک

بے گناہ جماعت کو موردِ الزام

نہ بنائے۔ تو کسی کو کیا ضرورت ہے۔ کہ اس میں دخل دے۔ اور اگر مدعی فریق ایک بے گناہ جماعت کو موردِ الزام بناتا ہے۔ تو اس فریق کے پاس قانونی طور پر سوائے اس کے اور کونسا ذریعہ ہے۔ کہ وہ ملزم کی مدد کرے۔ اور اسکی مدد کرتے ہوئے اپنا دفاع پیش کر دے۔

پس یا تو ہندوستان میں

قانون کی اصلاح کی جائے

اور ایسے لوگوں کے ذکر کو قطعی طور پر روک دیا جائے۔ جو فریقِ مقدمہ نہیں ہوتے۔ یا پھر انہیں فریق مقدمہ کے طور پر پیش ہونے کی قانون اجازت دے دے۔ یعنی یا تو یہ قانون کر دیا جائے۔ کہ جو فریق مقدمہ نہیں۔ اس کا مقدمہ کی سماعت کے دوران میں مخالفانہ طور پر ذکر ہی نہ آئے۔ اور یا پھر یہ قانون کر دیا جائے۔ کہ اگر کسی فریق کا اس رنگ میں ذکر آ جائے۔ تو پھر اس فریق کو حق ہو گا۔ کہ وہ اپنے وکلاء کے ذریعہ مجسٹریٹ کے سامنے اپنا دفاع پیش کرے۔ مگر موجودہ قانون نہ تو ان لوگوں کے مخالفانہ ذکر کو قطعی طور پر روکتا ہے۔ جو فریق مقدمہ نہ ہوں۔ اور نہ انہیں

فریق مقدمہ کے طور پر پیش ہونے کی اجازت

دیتا ہے۔ جیسے مولوی عطاء اللہ صاحب پر جب مقدمہ ہوا۔ تو ہماری جماعت پر اس مقدمہ کے دوران میں خطرناک حملے کئے گئے۔ ہم نے گورنمنٹ کو بہتیرا کہا۔ کہ آخر یہ مقدمہ ہم پر تو نہیں چل رہا۔ کہ ہمارے مخالفانہ ذکر کو گورنمنٹ مسلوں پر لا رہی ہے۔ اس ذکر کو روک دینا چاہیئے۔ نہیں تو ہمیں اپنے دفاع کو پیش کرنے کا موقعہ ملنا چاہیئے۔ مگر وہ یہی کہتی۔ کہ کوئی قانون نہیں۔ کوئی قانون نہیں۔ پس آئندہ یا تو قانون کی یہ اصلاح کی جائے۔ کہ ایسے لوگ جو فریق مقدمہ نہیں۔ ان کا مخالفانہ ذکر قطعاً درمیان میں نہ آئے۔ اور یا پھر دوسرے کو اجازت دی جائے۔ کہ وہ اپنا وکیل لائے اور کہے۔ کہ مجھ پر جب الزام لگاتے ہو۔ تو میرا جواب بھی سن لو۔ اگر یہ دونوں امر نہ ہوں۔ تو جس قدر مذہبی قتل ہندوستان میں ہوں گے۔ ان میں ملزم کی قوم اس بات پر مجبور ہو گی۔ کہ ملزم کا ساتھ دے۔ اور اسکی مدد کرے۔ کیونکہ اس کے ساتھ شامل ہوئے بغیر وہ اپنا دفاع پیش نہیں کر سکتی۔ آخر ایک

قوم کی عزت

پر جب حملے کئے جائیں۔ اور بلاوجہ اسے لوگوں کی نظروں میں گرانے کی کوشش کی جائے۔ تو وہ اپنی عزت اور وقار قائم رکھنے اور عائد کردہ الزامات سے اپنی بریت ثابت کرنے کے لئے کیا طریق عمل اختیار کرے۔ اس کے لئے سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہیں۔ کہ وہ ملزم کے ساتھ مل جائے۔ کیونکہ وہ اس کے ساتھ شامل ہوئے بغیر دفاع نہیں کر سکتی۔ وہ قانون جس کا فرض ہے۔ کہ وہ مظلوم کی مدد کرے۔ وہ ان حالات میں ظالم کی طرف چلا جاتا ہے۔ اور مقدمہ کی صورت اس طرح بدل جاتی ہے۔ کہ منفرد فعل کو سازش قرار دے دیا جاتا ہے۔ اور جو بالکل بری الذمہ قوم ہوتی ہے۔ اس پر

بلاوجہ حملے

شروع کر دیئے جاتے ہیں۔ اور اسے اپنی برأت پیش کرنے کا کوئی موقعہ نہیں دیا جاتا۔ اور وہ اس طرح الگ بیٹھی رہتی ہے۔ جیسے اس پر کوئی حملہ ہی نہیں ہؤا۔ اور اگر وہ بولتی ہے۔ تو اسے کہا جاتا ہے۔ کہ تمہیں اس مقدمہ میں بولنے کا کوئی حق نہیں۔ تم کوئی فریق مقدمہ نہیں۔ کہ اس میں حصہ لے سکو۔ لیکن سوال یہ ہے۔ کہ جب وہ فریق مقدمہ نہیں۔ تو مقدمہ میں اس کا ذکر کیوں کرتے ہو۔ پس اگر کسی مجرم کی مدد کرنا جُرم ہے۔ تو اس کا الزام قانون کے نقص پر آتا ہے۔ نہ کہ اس قوم پر کیونکہ موجودہ قانون اس قوم کو اس بات پر مجبور کر دیتا ہے۔ کہ وہ مجرم سے مل جائے۔ کیونکہ بغیر اس کے وہ اپنا دفاع پیش کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتی۔ گو یہ میں نے عام قانون بتایا ہے۔ کہ ہندوستان میں ایسا ہوتا ہے۔ ورنہ ہماری طرف سے ایسا نہیں ہؤا۔ ہم نے غلطی سے ابتداء میں جب یہ اقرار کیا ہے۔ اس وقت ہمیں یہ علم نہیں تھا۔ کہ بعد میں ہمارے ساتھ

مخالف پارٹی کے لوگ

ایسی شرارت کریں گے۔ کیونکہ ابھی احمدیہ جماعت سے ان کا تعلق قریب ہی میں ٹوٹا تھا۔ اور ہم خیال نہیں کر سکتے تھے۔ کہ وہ ایسا جھوٹ بولیں گے۔ اور پراسیکیوشن کو ایسے راستہ پر چلائیں گے۔ کہ وہ کہیں گے۔ کہ یہ قتل کسی سازش کا نتیجہ ہے۔ بعد میں جب ہمیں حالات کے اس طرح بدل جانے کا علم ہو گیا۔ کہ اس مطالبہ کا پورا کرنا ہمارے لئے نقصان دہ ہے۔ تب بھی ہم نے اپنے وعدہ کو کامل طور پر پورا کرنے کا فیصلہ کیا۔ پس اس موقعہ پر جو بددیانتی ہوئی۔ ہماری طرف سے نہیں ہوئی۔ بلکہ حکومت کے بعض لوکل نمائندوں نے فرض شناسی سے کام نہیں لیا۔

حکومت کی طرف سے کہا جا سکتا ہے۔ کہ ایسی غیر متعلق باتوں کو قانون کوئی وقعت نہیں دیتا۔ لیکن یہ درست نہیں۔ آخر

مسٹر کھوسلہ

نے اور اَور کئی مجسٹریٹوں نے پچھلے چند ہی سالوں میں یہ غلطیاں کی ہیں۔ یا نہیں۔ جب ایسی غلطیاں ہوئی ہیں۔ تو لازماً اس قوم کو غصہ آئے گا۔ جس کے اخلاق کو زیر بحث تو لایا جاتا ہے۔ مگر اسے دفاع کرنے کا موقعہ نہیں دیا جاتا۔ کیا یہ عجیب بات نہیں۔ کہ حکومت ایک طرف تو ایک ایسی جماعت کا جو فریق مقدمہ نہیں اپنے مقدمات میں بار بار ذکر کرتی ہے۔ اس کے اخلاق کو زیر بحث لاتی ہے۔ اور اس کے خلاف

معاندانہ ریمارکس

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مسلوں میں درج کرتی ہے۔ اور پھر کہتی ہے۔ کہ اسکی پرواہ نہ کرو۔ آخر جو چیز ریکارڈ پر آ جائیگی۔ اسکی پرواہ کیوں نہ کی جائے گی۔ وہ شائع بھی ہو سکتی ہے۔ اس سے استدلال بھی کیا جا سکتا ہے۔ اسے مخالفانہ رنگ میں پیش بھی کیا جا سکتا ہے۔ پھر جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ یہ بھی درست نہیں۔ کہ یہ غیر متعلق باتیں ہیں۔ جنہیں قانون کوئی وقعت نہیں دیتا۔ اگر حکومت کا یہ قول درست ہے تو وہ بتائے۔ کہ اس نے مسٹر کھوسلہ کو کیا سزا دی تھی۔ کیا مسٹر کھوسلہ نے

ہماری جماعت کے خلاف

ریمارکس نہیں کئے تھے۔ اگر کئے تھے۔ تو اس قسم کے مجسٹریٹوں کو روکنے کا کوئی ذریعہ بھی تو ہونا چاہیئے۔ اور اگر کوئی ذریعہ نہیں ہوگا۔ تو وہ ایسے ریمارک کرتے جائیں گے۔ اور جماعت حق دفاع سے محروم رہے گی۔ چنانچہ مسٹر کھوسلہ نے ہی ہماری جماعت کے خلاف سخت ریمارکس کئے۔ اور جب اس کے خلاف ہائی کورٹ میں اپیل کی گئی۔ تو ہائی کورٹ نے اپنے فیصلہ میں لکھا۔ کہ بعض جگہ مسٹر کھوسلہ مسل سے بالکل باہر چلے گئے ہیں۔ اور مجھے یاد پڑتا ہے۔ کہ فاضل جج نے اس وقت کہا۔ یا شاید فیصلہ میں لکھا۔ کہ اسے پڑھ کر یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ مقدمہ مولوی عطاء اللہ صاحب کے خلاف نہیں۔ بلکہ جماعت احمدیہ کے خلاف ہو رہا تھا۔ مگر باوجود اس کے گورنمنٹ نے ان کے خلاف کوئی ایکشن نہیں لیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کوئی قانون ایسا موجود نہیں جو مجسٹریٹوں کو ایسی غیر متعلق باتوں سے روکتا ہو۔ اور یہ صرف مسٹر کھوسلہ پر ہی منحصر نہیں۔ اور بھی کئی مجسٹریٹوں نے پچھلے چند سالوں میں یہ غلطیاں کی ہیں۔ اور قادیان کے احمدیوں کے متعلق

ناواجب ریمارکس

کئے ہیں۔ ان حالات میں لازماً اس قوم کو غصہ آئے گا۔ جس کے خلاف مسلوں میں مصالحہ جمع کیا جاتا ہے۔ مگر اسے دفاع کا موقعہ نہیں دیا جاتا۔ اور وہ یا تو کسی فریق سے مل کر اپنے حق کو حاصل کرنے کی کوشش کرے گی۔ یا پھر حکومت کے خلاف اس کے دل میں نفرت کا جذبہ پیدا ہوگا۔ یعنی یا تو اس کا غصہ اس طرح فرو ہو سکتا ہے کہ اسے دفاع کرنے کا موقعہ مل جائے۔ جس کا طریق سوائے اس کے اور کوئی نہیں۔ کہ وہ کسی ایک فریق سے مل جائے۔ اور اگر یہ ممکن نہ ہو۔ تو پھر اس کے دل میں

حکومت کے خلاف غصہ کے جذبات

پیدا ہوں گے۔ کہ اس نے عدالتیں تو بنائیں مگر وہ ایک تیسرے فریق پر جس کا مقدمہ میں کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ نہ وہ مدعی ہوتا ہے نہ مدعا علیہ ہوتا ہے۔ بلا وجہ حملے شروع کر دیتی ہے۔ اور وہ قانون کو نہیں بدلتی۔ پس چاہیئے۔ کہ حکومت قانون کے ذریعہ سے جلد اس نقص کا ازالہ کرے۔ تا مختلف مذاہب کے لوگوں کو اپنے مذاہب کی حفاظت کے لئے خواہ مخواہ مجرم کے ساتھ تعاون نہ کرنا پڑے۔ اور فردی جرم

قومی کشمکشوں کا ذریعہ

نہ بن جایا کرے۔ اگر وہ ایسا کر دے۔ تو بین الاقوامی جھگڑوں کی بہت سی سختی دور ہو جائے گی۔

غرض یہ صورت حالات قانون کے نقص سے پیدا ہوتی ہے۔ یا پھر بے تعلق فریق کو بلا وجہ ملزم گردانے کی کوشش سے پیدا ہوتی ہے۔

پس یا تو گورنمنٹ پر الزام آتا ہے۔ یا مخالف فریق پر الزام آتا ہے۔ جو بلا وجہ ایک تیسرے فریق کو درمیان میں گھسیٹ لاتا ہے۔

پس ان حالات میں ہم سمجھتے ہیں۔ کہ گورنمنٹ کا کوئی حق نہ تھا۔ کہ وہ ہم سے یہ مطالبہ کرتی اور اگر اس نے یہ مطالبہ ہم سے کیا تھا۔ تو پھر اس کا

اخلاقی فرض

تھا۔ کہ وہ ایسے امور کو بیچ میں نہ آنے دیتی۔ جن سے جماعت پر حرف آتا۔ اور صرف انہی باتوں کے بیان کرنے کی اجازت دیتی۔ جن کا اثر صرف ملزم تک رہتا۔ لیکن اس نے اپنا یہ فرض ادا نہیں کیا۔ بلکہ خود پراسیکیوشن کے بعض افسروں کی طرف سے فریق مخالف کے اثر کے ماتحت بعض ایسے امور زیر بحث لائے گئے۔ جو اگر نہ آتے۔ تو انصاف کے زیادہ مطابق ہوتا۔ چنانچہ یہ سوال اٹھایا گیا۔ کہ اس قتل کی تہ میں سازش معلوم ہوتی ہے۔ گو سشن جج صاحب نے اسے رد کر دیا۔

پس اس موقعہ پر جو غلطی ہوئی۔ وہ حکومت کی طرف سے ہوئی۔ ہم سے نہیں ہوئی۔ ہم نے اس کے مطالبہ کو امن میں ممد سمجھتے ہوئے مان لیا۔ مگر اس نے فرض شناسی سے کام نہیں لیا۔ اور اپنے ماتحت افسروں کو اس نے یہ ہدایت نہیں دی۔ کہ ہم نے اس فریق سے چونکہ وعدہ لے لیا ہے۔ کہ وہ بحیثیت جماعت ملزم کی مدد نہیں کرے گا۔ اس لئے اب تمہیں خیال رکھنا چاہیئے۔ کہ ملزم کے علاوہ اس کی جماعت کا ذکر مخالفانہ طور پر درمیان میں نہ آوے۔

پس ہم نے جو وعدہ کیا تھا۔ اسے کامل طور پر پورا کر دیا۔ ہاں ہمارا قصور یہ ضرور ہے۔ کہ ہم نے حکومت کو وعدہ دیتے ہوئے خود اس سے بھی وعدہ نہ لے لیا۔ کہ سازش کا سوال درمیان میں نہیں آئے گا۔ ورنہ ہمیں ملزم کے ساتھ ملنے کی آزادی ہوگی۔ یہ ہماری ناتجربہ کاری تھی۔ کہ ہم نے اپنے وعدہ کے مقابلہ میں ایک وعدہ اس سے نہ لے لیا۔ کیونکہ ایسا پہلے ہمارے ساتھ کبھی نہیں ہوا تھا۔ اگر ہمیں پہلے معلوم ہوتا۔ کہ سازش کا سوال درمیان میں اٹھا دیا جائے گا۔ تو اسی وقت ہم کہہ دیتے۔ کہ اگر دوسرے فریق کی طرف سے یہ سوال اٹھایا گیا۔ کہ یہ قتل سازش کے نتیجہ میں ہوا ہے۔ تو پھر ہمارا حق ہوگا۔ کہ ہم ملزم کے ساتھ مل جائیں۔ کیونکہ اپنی برأت پیش کرنے کا سوائے اس کے اور کوئی طریق نہیں۔ کہ مدعا علیہ سے ہم مل جائیں۔ اور اس کے دفاع کے ساتھ اپنا دفاع بھی پیش کر دیں اور مدعا علیہ کا وکیل تب ہی ہماری بات سنے گا۔ جب اس کے مؤکل کا ہمارے ساتھ تعلق ہوگا۔ یونہی وہ ہماری بات کس طرح سن سکتا ہے۔ مگر خیر یہ ایک تجربہ تھا۔ جو اس دفعہ ہمیں حاصل ہوا۔ اور جس سے خدا ہمیں تو بچائے۔ مگر دوسری قومیں فائدہ اٹھا سکتی ہیں۔ اور جب حکومت ان سے یہ مطالبہ کرے۔ کہ فلاں معاملہ میں بحیثیت جماعت تم مدد مت کرو۔ تو وہ کہہ سکتی ہیں۔ کہ بہت اچھا۔ ہم مدد تو نہیں کریں گی۔ مگر ساتھ ہی آپ کا بھی یہ اخلاقی فرض ہوگا۔ کہ بات صرف مجرم تک رہے۔ اور ایسے لوگوں کا نام لینے کے افسر ہرگز مجاز نہ ہوں۔ جو فریق مقدمہ نہیں۔ اور اگر وہ لیں۔ تو حکومت کی طرف سے انہیں سزا دی جائے۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ پھر

دفاع کے سامان کس طرح مہیا ہوئے

تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ جب میاں عزیز احمد صاحب کے ہم وطنوں کو جو کافی تعداد میں قادیان میں ہیں۔ یہ معلوم ہوا۔ کہ جماعت بحیثیت جماعت اب ان کی مدد نہیں کریگی۔ تو ان میں سے بعض مجھ سے ملے۔ اور اس امر کے خلاف احتجاج کیا۔ اور کہا۔ کہ ملزم کو بغیر امداد کے چھوڑنا جائز نہیں۔ جب میں نے انہیں کہا۔ کہ ملزم نے حملہ خود تسلیم کیا ہے۔ اس صورت میں ہم اسکی کیا مدد کر سکتے ہیں۔ تو اس پر بعض نے کہا۔ کہ بے شک ملزم نے حملہ تسلیم کیا ہے۔ لیکن ہر حملہ کی ایک سزا تو نہیں ہوتی۔ بعض حملوں کی سزا عبور دریائے شور ہوتی ہے بعض حملوں کی سزا دس سال قید ہوتی ہے اور بعض حملوں کی سزا پھانسی ہوتی ہے۔ اس صورت میں کیا اگر اس کا جرم پھانسی کے قابل نہیں۔ بلکہ قید کے قابل ہے۔ تو ہمارا حق نہیں۔ کہ اسکو دفاع میں مدد دیں۔ تا وہ اپنا حق حاصل کرے۔ اور اسے اپنے جرم سے زیادہ سزا نہ ملے۔ آخر جرم کے ثابت ہونے سے پہلے اس کے

جرم کی نوعیت

کیونکر معلوم ہوگئی۔ اور کیا اگر اس کا جرم دس سال قید کی سزا والا ہے۔ تو ہمارا فرض نہیں۔ کہ اس کو دفاع میں مدد دیں۔ تا غلطی سے مجسٹریٹ اسے پھانسی کی سزا نہ دیدے۔ یہ تو مجرم کی نہیں۔ بلکہ حق کی مدد ہوگی۔ اگر اس قسم کی کوشش کی جائے۔

پس انہوں نے یہ سوال کیا۔ کہ کیا ہمارا حق نہیں۔ کہ ہم دفاع میں اسکی جائز حد تک مدد کریں۔ تا اسے جرم سے زیادہ سزا نہ ملے۔ آخر جرم کے ثابت ہونے سے پہلے ہمیں جرم کی نوعیت کیونکر معلوم ہو گئی۔ اور ہمیں کیونکر پتہ لگ گیا۔ کہ یہ جرم اسی قسم کا ہے۔ جس کی سزا پھانسی ہے۔ یا اس قسم کا ہے۔ جس کی سزا عبور دریائے شور ہے۔ یا اس قسم کا ہے۔ جس کی سزا دس سال قید ہے۔ یہ جرح ان کی معقول تھی۔ میں نے ان کو جواب دیا۔ کہ ہم یہ وعدہ کر چکے ہیں۔ کہ بحیثیت جماعت ان کی مدد نہ کریں گے۔ آپ لوگوں کو انفرادی طور پر امداد کی اجازت دینا میرے نزدیک اس وعدہ سے باہر ہے۔ لیکن بہتر ہوگا۔ کہ ہم حکومت کا خیال معلوم کر لیں۔ کہ وہ ہمارے وعدہ کے کیا معنی لیتی ہے۔ چنانچہ محکمۂ امور عامہ کی طرف سے

ڈپٹی کمشنر صاحب کو چٹھی لکھی گئی

کہ میاں عزیز احمد صاحب کے بعض ہم وطنوں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نے یہ سوال اُٹھایا ہے۔ کہ ہمیں اسکی مدد سے کیوں روکا جاتا ہے۔ ابھی تو اس کا جرم ثابت ہی نہیں ہُوا۔ اور جب جُرم ثابت نہیں ہُوا۔ اور نہ جُرم کی نوعیت کا علم ہُوا ہے۔ تو جس حد تک اسکی مدد کرنے کا ہمیں اور قانون سے فائدہ اٹھانے کا انہیں حق حاصل ہے۔ اس سے ہمیں اور انہیں کیوں محروم کیا جاتا ہے۔ اس پر ڈپٹی کمشنر صاحب نے ہمیں تحریری جواب دیا۔ کہ

کسی ملزم کو دفاع سے محروم کرنا ہم نہیں چاہتے

جماعت اگر بحیثیت جماعت مدد نہ دے۔ اور انفرادی طور پر ملزم کے ہموطن یا دوست یا تعلق والے کوئی چندہ کرنا چاہیں۔ تو ان کو روکنے کی کوئی وجہ نہیں۔ چنانچہ اس چٹھی کے مطابق جو اب تک ہمارے پاس موجود ہے۔ انہیں اجازت دے دی گئی۔ کہ وہ چندہ کریں۔ اور جائز حد تک امداد دیں۔ یعنی مدعی کو جھوٹ بولنے سے روکیں یہ نہ ہو۔ کہ وہ کہہ دے۔ کہ میں نے کوئی حملہ کیا ہی نہیں۔ جس پر ان لوگوں نے اس غرض سے لوگوں سے چندہ کر کے وکیل کیا۔ ان میں سے بعض لوگ مجھ سے بھی چندہ لینے کے لئے آئے۔ تو میں نے کہا۔ کہ میں اس میں چندہ نہیں دے سکتا۔ بلکہ ناظروں کو بھی چندہ دینے کی اجازت نہیں دیتا۔ کیونکہ ہمارا وجود سلسلہ سے ایسا وابستہ ہے۔ کہ ایسے امور میں ہماری کوئی منفرد ذات نہیں ہوتی۔ ایک عام احمدی کی حیثیت اور ہے اور ہماری اور۔ ہم مرکز کو چلانے والے ہیں۔ مگر ایک عام احمدی مرکز کو چلانے والا نہیں۔ پس اس میں نہ میں نے چندہ دیا۔ اور نہ ناظروں کو میں نے اس میں حصہ لینے یا کام کرنے کی اجازت دی۔

پس یہ جو کچھ ہُوا۔ اسی حکومت کی اجازت سے ہُوا۔ جس کے ساتھ ہم نے وعدہ کیا تھا۔ احرار یا مصریوں سے تو ہمارا کوئی وعدہ تھا ہی نہیں۔ پھر ہمارے قول میں اختلاف انہیں کہاں سے نظر آ گیا۔ ہم نے جس سے وعدہ کیا تھا۔ وہ سمجھتا تھا۔ کہ ہم نے کیا وعدہ کیا ہے اور ہم بھی اپنے دلوں میں سمجھتے تھے۔ کہ ہم نے کیا وعدہ کیا ہے۔ چنانچہ حکومت کی چٹھی موجود ہے۔ جس میں صاف طور پر لکھا ہُوا ہے۔ کہ ہماری یہ مراد نہیں۔ کہ ملزم کو دفاع سے محروم کر دیا جائے۔ جماعت اگر بحیثیت جماعت مدد نہ دے اور انفرادی طور پر ملزم کے ہم وطن یا دوست وغیرہ کوئی چندہ کرنا چاہیں۔ تو ہم ان کو نہیں روک سکتے۔ وہ بے شک چندہ کر لیں۔ پس جن سے ہم نے کہا تھا۔ کہ ہم جماعتی طور پر کوئی مدد نہیں کریں گے۔ ان پر واضح کر کے اور ان سے پوچھ کر ہم نے میاں عزیز احمد صاحب کے دوستوں اور وطنیوں کو چندہ کرنے کی اجازت دی۔ اور مزید احتیاط یہ کی۔ کہ نہ خود چندہ دیا۔ نہ ناظروں کو دینے دیا۔ تو یہ

تیسرا فریق اعتراض کرنیوالا کون ہے

نہ جس سے ہمارا کوئی وعدہ تھا۔ اور نہ اسے ہمارے وعدہ کی حقیقت معلوم ہے۔ پنجابی مثل ہے تو کون میں خواہ مخواہ۔ یہی مثال احرار اور مصریوں پر چسپاں ہوتی ہے۔ ہم ان سے کب کہنے گئے تھے۔ کہ ہم میاں عزیز احمد صاحب کی مدد نہیں کریں گے۔ اگر اعتراض ہو سکتا ہے۔ تو حکومت کو۔ اور اس حکومت کا اجازت نامہ ہمارے پاس اس بارے میں موجود ہے۔ ان احراریوں کو تو کوئی حق ہی نہیں۔ کہ وہ ایسا اعتراض کریں۔ یہ تو ہمیشہ ایسے مواقع پر قومی طور پر ملزموں بلکہ مجرموں تک کی امداد کیا کرتے ہیں۔ پس اس معاملہ میں احرار کا کوئی حق نہیں۔ کہ وہ دخل دیں۔ یہ ہمارا اور گورنمنٹ کا ایک باہمی معاملہ تھا۔ گورنمنٹ نے ہم سے ایک خواہش کی۔ اور ہم نے اسے تسلیم کر لیا۔ اور گو ہم سے اس کے اس مطالبہ کو تسلیم کرنے میں غلطی ہوئی۔ مگر خیر ہم بھول گئے۔ اور ہم یہ بھی نہیں کہتے۔ کہ گورنمنٹ کے اس افسر نے جس نے ہم سے یہ مطالبہ کیا تھا۔ ہم سے دھوکا کیا۔ اس نے بھی نیک نیتی سے یہ مطالبہ کیا۔ گو افسوس ہے۔ کہ بعد میں حکومت کے بعض لوکل نمائندوں کی طرف سے

فرض شناسی میں کوتاہی

ہوئی۔ مگر بہرحال جس نے وعدہ کیا تھا۔ اس نے اپنے وعدہ کو پورا کر دیا۔ جس بات پر اعتراض کیا جاتا ہے۔ وہ اسی افسر سے پُوچھ کر کی گئی۔ جس نے وعدہ لیا تھا۔ اب یہ درمیان میں دخل دینے والا تیسرا فریق کون ہے۔ اس کو تو ہم منہ لگانے کے قابل ہی نہیں سمجھتے۔ اگر اعتراض ہو سکتا تھا۔ تو حکومت کو۔ مگر اس نے نہ صرف یہ کہ اعتراض نہیں کیا۔ بلکہ تحریری طور پر کہا۔ کہ ہمارا ہرگز یہ منشا نہیں۔ کہ ملزم کو دفاع سے محروم کیا جائے۔ اس صورتِ حالات میں احرار کا جو ہمیشہ ملزموں بلکہ مجرموں کی بھی قومی طور پر امداد کیا کرتے ہیں۔ کوئی حق نہیں۔ کہ وہ ہم پر اعتراض کریں۔

مَیں اس موقع پر

جماعت کے اندرونی جھگڑوں کے بارہ میں

بھی کچھ رہنمائی کر دینا چاہتا ہوں۔ ہماری جماعت کی طرف سے بھی بعض دفعہ ایسے لوگوں پر اظہار ناراضگی ہوتا ہے۔ جو ملزموں کا ساتھ دیتے ہیں۔ اور ایسے موقعوں پر چونکہ وہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ جب آپ کے مسلمہ اصل کے مطابق ملزم کی مدد کرنا جائز ہے۔ تو ہم پر اظہار ناراضگی کی کیا وجہ ہے۔ اور چونکہ یہ کسی قدر باریک سوال ہے۔ اور چونکہ میری اصل غرض اس مضمون کو بیان کرنے سے یہ ہے۔ کہ اصولی طور پر بعض مسائل حل کر دوں۔ اس لئے اس امر پر بھی میں کچھ روشنی ڈال دینا چاہتا ہوں۔ یہ امر اچھی طرح یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ جب کبھی مرکز کی طرف سے ناراضگی کا اظہار ہوتا ہے۔ اور مرکز سے مراد مَیں خود ہوں۔ یا وہ لوگ ہیں۔ جو میرے کہنے پر ناراض ہوتے ہیں۔ (ایسا ہو سکتا ہے۔ کہ ایک ناظر کسی پر بذات خود ناراض ہو۔ اور غلط طور پر ناراض ہو۔ یا ایک ماتحت افسر کسی پر ناراض ہو۔ اور انہیں وہ مسئلہ معلوم نہ ہو۔ جو مَیں بتانا چاہتا ہوں) تو یہ ملزم کے دفاع یا امداد کی وجہ سے اظہار ناراضگی نہیں ہوتا۔ بلکہ

غلط امداد یا غلط دفاع

کی وجہ سے ہوتا ہے۔ پس میں جب بھی ناراض ہوتا ہوں۔ یا میرے کہنے کی وجہ سے ناظر ناراض ہوتے ہیں۔ تو ملزم کے دفاع یا اسکی امداد کرنے کی وجہ سے ناراض نہیں ہوتے۔ ہم کبھی اس وجہ سے ناراض نہیں ہوتے۔ کہ ملزم کی طرف سے دفاع کیوں کیا گیا ہے۔ اسی طرح ہم کبھی اس وجہ سے ناراض نہیں ہوتے کہ ملزم کی امداد کیوں کی گئی ہے۔ بلکہ ہم جب بھی ناراض ہوں گے۔ اس وجہ سے ہوں گے کہ ہمارے خیال میں ملزم کی غلط امداد یا اسکی طرف سے غلط دفاع کیا گیا ہوگا۔ لیکن جب غلط دفاع نہ ہو۔ یا غلط امداد نہ ہو۔ تو ہم کبھی ناراض نہیں ہوتے۔ پس ہم کسی پر ناراض نہیں ہوتے۔ بلکہ کسی پر اس امر کی وجہ سے ناراض ہو نہیں سکتے۔ کہ کیوں کسی ملزم کو مجرم ثابت نہیں ہونے دیا جاتا۔ اور یہ تو بڑے اندھیر کی بات ہے۔ کہ ایک شخص پر الزام لگے۔ اور اسے فوراً مجرم قرار دیدیا جائے۔ بلکہ ناراضگی اس وجہ سے ہوتی ہے کہ کیوں کسی مجرم کو مجرم ثابت نہیں ہونے دیا جاتا۔ یعنی یہ جانتے ہوئے کہ وہ مجرم ہے جو لوگ یہ ثابت کرنا چاہتے ہوں۔ کہ وہ مجرم نہیں۔ ان پر ہم ناراض ہوتے ہیں۔ کیونکہ ہم کہتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ تم چاہتے ہو کہ دنیا میں جھوٹ پھیلے۔ مثلاً میاں عزیز احمد صاحب کے مقدمہ میں اگر ہم کوئی وعدہ نہ کرتے۔ اور ان کی مدد کرتے۔ تو گو ہمارے لئے یہ جائز ہوتا۔ کہ ثابت کرتے۔ کہ واقعہ ایسا نہیں۔ کہ اس پر پھانسی کی سزا ملے۔ لیکن یہ جائز نہ ہوتا کہ ہم ملزم سے یہ کہلواتے۔ کہ اس نے کوئی حملہ ہی نہیں کیا۔ یا یہ کہ اس دن وہ قادیان میں تھا ہی نہیں۔ اگر ہم ایسا کہتے تو ہم دنیا کے بھی مجرم ہوتے۔ اپنے نفس کے بھی مجرم ہوتے اور خدا تعالےٰ کے بھی مجرم ہوتے۔ جب ایک واقعہ ہُوا ہے۔ تو دیانتداری سے

سزا کی نوعیت میں اختلاف ہوسکتا ہے

مگر حملے میں اختلاف کرنا جھوٹ اور فریب ہوگا۔

پس جس چیز میں ہم اختلاف کر سکتے تھے وہ یہ تھا۔ کہ حملہ کی نوعیت پھانسی والی تھی۔ یا عبور دریائے شور والی یا دس سال قید والی کیونکہ قتل کے بارہ میں یہ اختلاف ہُوا ہی کرتے ہیں۔ اور قتلوں میں سے کسی قتل کی سزا پھانسی ہوتی ہے۔ کسی کی عبور دریائے شور ہوتی ہے۔ اور کسی کی دس سال قید ہوتی ہے۔ پس ہم جب کسی سے ناراض ہوتے ہیں۔ تو اسی وقت جبکہ اسکی نسبت ثابت ہوتا ہے۔ کہ وہ جھوٹ کے ساتھ امداد کر رہا ہے۔ یا جھوٹ بلوا رہا ہے۔ یا سلسلہ کے وہ کارکن جو اس کے دوست یا رشتہ داروں کے خلاف کارروائی کرتے ہیں۔ انہیں بدنام کرتا ہے۔ لیکن جو سچ سمجھ کر اور سچ کے ساتھ امداد کرے۔ جب تک اس کے رشتہ دار یا دوست کے خلاف فیصلہ نہ ہو جائے۔ ہم اسے حق بجانب سمجھتے ہیں۔ ایک شخص کے بیٹے کے خلاف اگر سلسلہ کے

محکمہ قضاء میں مقدمہ

چلتا ہے اور اس کا باپ دیانتداری سے سمجھتا ہے۔ کہ اس کا بیٹا مجرم نہیں۔ تو میں اسے انتہائی سنگدل اور شقی القلب سمجھوں گا۔ اگر وہ اپنے بیٹے کی مدد نہ کرے۔ لیکن فیصلہ ہونے کے بعد ہم اس کا فرض سمجھتے ہیں۔ کہ فیصلہ کے خلاف منہ سے کچھ نہ کہے۔ اور قاضی پر الزام نہ لگائے۔ کہ اس نے بددیانتی کی۔ اگر وہ خود یا اس کا بیٹا دیانتدار ہے۔ تو سلسلہ کے کارکنوں کے متعلق وہ کیوں یہ نہیں سمجھ سکتا۔ کہ وہ بھی دیانتداری سے کام کر رہے ہیں۔

پس اسے یہ تو حق حاصل ہے۔ کہ جب تک اس کے خلاف فیصلہ نہیں ہوتا۔ ملزم کی مدد کرے مگر اسے یہ حق حاصل نہیں۔ کہ وہ غلط امداد یا غلط دفاع کرے۔ مثلاً اسے یہ تو حق حاصل ہے۔ کہ وہ سچائی سے کام لے۔ مگر اسے یہ حق حاصل

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نہیں۔ کہ مقدمے میں جھوٹ بلوانے کی کوشش کرے۔ جیسے گذشتہ سے پیوستہ سال جب ایک لڑکے نے چوری کی۔ اور اس پر فتنہ اُٹھا۔ تو اس وقت اس چور لڑکے کے رشتہ داروں کے خلاف ہمیں یہ غصہ نہیں تھا۔ کہ وہ اسکی مدد کیوں کرتے ہیں۔ بلکہ ہم ان پر اس لئے ناراض تھے۔ کہ ان میں سے بعض اس سے جھوٹ بلوانا چاہتے تھے۔ حالانکہ ہمارے سامنے وہ چوری کا اقرار کر چکا تھا۔ تو جس چیز کو ایک لمحہ کے لئے بھی برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ وہ جھوٹ اور فریب ہے اگر یہ نہ ہو۔ تو سچائی اور دیانت سے ہر شخص کو ملزم کی امداد کرنے کا حق حاصل ہے۔ ہاں فیصلہ ہو جانے کے بعد ہم اس کا فرض سمجھتے ہیں۔ کہ وہ

فیصلہ کے خلاف منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکالے

اور قاضی پر کوئی الزام نہ لگائے۔ البتہ یہ اسے حق ہے۔ کہ قضاء کے ذریعہ سے قاضی کے فیصلہ کو غلط ثابت کرے۔ یا اگر قاضی کی بد دیانتی ثابت ہو۔ تو اس کے خلاف باقاعدہ دعوےٰ کرے۔ مگر یہ حق نہیں۔ کہ پبلک میں اس کے خلاف شور مچاتا پھرے۔

مجھے یاد ہے۔ ایک عورت سال بھر ہمارے گھر میں آتی رہی۔ اور بار بار مجھ سے کہتی۔ کہ میرے مقدمہ کا قضاء والے فیصلہ نہیں کرتے۔ میں نے کئی دفعہ دفتر والوں کو توجہ دلائی۔ اور وہ مجھے ہمیشہ یہ لکھیں۔ کہ ہم نے فیصلہ کر دیا ہے۔ مگر جب اس عورت سے ذکر کیا جاتا۔ کہ وہ کہتے ہیں۔ ہم نے مقدمہ کا فیصلہ کر دیا ہے۔ تو وہ کہتی بالکل جھوٹ۔ کوئی فیصلہ نہیں ہوا۔ آخر جب متواتر اس نے یہی کہا۔ کہ کوئی فیصلہ نہیں ہوا۔ اور دفتر والے جھوٹ بولتے ہیں۔ تو اس وقت میں نے سمجھا۔ کہ اب یہ اختلاف اس قدر واضح ہے۔ جیسے کوئی کہے۔ سورج نکلا ہوا ہے۔ اور کوئی کہے۔ ابھی رات ہے۔ چنانچہ میں نے دفتر سے مسل منگوائی۔ جب مسل آئی۔ تو میں نے دیکھا۔ کہ اس کے

ہر جھگڑے کا فیصلہ

اس میں موجود ہے۔ میں اس وقت حیران رہ گیا۔ کہ یہ عورت سال بھر مجھ سے اتنا جھوٹ بولتی رہی۔ حالانکہ اسکی کوئی بات نہیں تھی۔ جس کا دفتر والوں نے فیصلہ نہ کیا ہوا ہو۔ پھر ایک دن وہ آئی۔ تو میں نے اسے کہا میں نے مسل منگوا کر دیکھی ہے۔ اور شروع سے آخر تک دیکھی ہے۔ اس میں تمہارے مقدمہ کا ہر مرحلہ پر فیصلہ ہو چکا ہے۔ اور تم کہتی ہو۔ کہ دفتر والوں نے کوئی فیصلہ ہی نہیں کیا۔ وہ کہنے لگی۔ یہ بھی کوئی فیصلے ہیں۔ یہ تو میرے خلاف ہیں۔ میں نے کہا۔ ہاں یہ ٹھیک ہے۔ چونکہ یہ فیصلے تمہارے خلاف ہیں۔ اسلئے تمہارے نزدیک یہ فیصلے ہی نہیں۔ اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں۔ اس وقت بھی وہ اپنی ذہنیت کے لحاظ سے جھوٹ نہیں بول رہی تھی۔ کیونکہ وہ خیال کرتی تھی۔ کہ فیصلہ وہ ہوتا ہے۔ جو منشاء کے مطابق ہو۔ جو منشاء کے مطابق نہ ہو۔ وہ فیصلہ نہیں ہوتا۔ غرض یہ طریق جائز نہیں کہ باہر دکانوں پر بیٹھ کر یا گلی کوچہ میں کھڑے ہو کر

قاضیوں پر نکتہ چینی

شروع کر دی جائے۔ ہاں جیسا کہ میں بتا چکا ہوں۔ یہ ہر فریق مقدمہ کو حق حاصل ہے۔ کہ وہ قاضی کے فیصلہ کے خلاف اپیل کرے اور اس پر ہم کبھی ناراض نہیں ہوتے۔ البتہ اگر وہ یہ لکھے۔ کہ قاضی جھوٹا اور فریبی ہے۔ تو ہم وہ مسل واپس کر دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ جب تک تم یہ الفاظ کاٹو گے نہیں۔ اس وقت تک ہم اس اپیل پر غور نہیں کریں گے۔ کیونکہ ہم جماعت کے اندر یہ معیار اخلاق قائم کرنا چاہتے ہیں۔ کہ جب کسی کے خلاف کوئی فیصلہ ہو۔ تو وہ اسے بد دیانتی پر محمول نہ کرے۔

پس ہم یہ اجازت نہیں دے سکتے۔ کہ کوئی شخص قاضیوں کے خلاف لوگوں میں شور مچاتا پھرے۔ ہاں یہ جائز ہے۔ کہ وہ اپیل کرے اور ہم نے کئی دفعہ اپیلوں میں قاضیوں کے خلاف سخت ریمارکس کئے ہیں۔ مگر یہ میرا یا دوسری عند الیہائے مرافعہ کا حق ہے کسی اور کو یہ حق حاصل نہیں۔

پس آج میں یہ امر واضح کر دینا چاہتا ہوں۔ کہ ایسے موقع پر بعض دفعہ جماعت کی طرف سے جو اظہار ناراضگی ہوتا ہے۔ وہ ملزموں کا ساتھ دینے کی وجہ سے نہیں ہوتا۔ ہم کسی ملزم کی امداد کرنا ہرگز ناجائز نہیں سمجھتے۔ بلکہ اگر کوئی شخص اس ڈر کے مارے کہ اگر میں نے ملزم کی مدد کی۔ تو لوگ مجھ سے ناراض ہو جائینگے اسکی جائز امداد بھی نہیں کرتا۔ تو میں اسے

شقی القلب اور ناقص مومن

کہوں گا۔ ہاں اگر ایک باپ اپنے بیٹے کو مجرم سمجھ کر اسکی مدد سے دستکش ہو جاتا ہے۔ تو وہ واقعہ میں مومن ہے۔ مگر جو جرم کے ثابت ہوئے بغیر جائز دفاع اور جائز مدد سے بھی اسے محروم کر دیتا ہے۔ وہ شقی القلب ہے اور ہرگز کامل مومن نہیں۔ غرض ہم جس بات پر ناراض ہوتے ہیں۔ وہ یہ ہے۔ کہ جھوٹ کے ساتھ ملزم کی مدد کی جائے۔ یہ امر ہمارے لئے قطعاً قابل برداشت نہیں ہے۔

میں نے اس امر کو تفصیل سے اس لئے بیان کیا ہے۔ کہ ہمارے اندر بھی سلسلہ کی قضاء کے بارہ میں غلط فہمیاں ہوتی ہیں۔ بعض لوگ ملزم کی امداد کو غداری قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ ذرا امور عامہ کسی کے خلاف نوٹس لے۔ تو بعض حلقوں میں اسکی امداد کرنے والوں کو بلا دریغ غدار قرار دے دیا جاتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے۔ کہ صرف یہی ایسا نہیں۔ بلکہ اس کا باپ اور اس کے بھائی بھی سلسلہ کے غدار ہیں۔ کیونکہ وہ اسکی مدد کرتے ہیں۔ حالانکہ امور عامہ بھی ابتداء میں الزام لگاتا ہے۔ اور جب تک وہ الزام پایۂ ثبوت تک نہیں پہنچ جاتا۔ اس وقت تک ملزم ہرگز مجرم نہیں بن سکتا۔ اور نہ اسکی مدد کرنے والا غدار کہلا سکتا ہے۔ جب شریعت ملزم کی مدد کو غداری قرار نہیں دیتی۔ تو کسی اور کا کیا حق ہے۔ کہ اسے غداری قرار دے۔ اس کے مقابلہ میں بعض لوگ اس پر چڑتے ہیں۔ کہ انہیں

جائز و ناجائز وسائل

سے ملزم کی امداد کرنے سے کیوں روکا جاتا ہے۔ یہ دونوں غلطی پر ہیں۔ ملزم کی جائز امداد ہرگز غداری نہیں۔ اگر امور عامہ کی ہر بات درست ہو۔ تو پھر قضاء کا دروازہ شریعت نے کیوں کھولا ہے۔ قضاء کے محکمے کا قیام شریعت کی طرف سے اسی لئے کیا گیا ہے۔ کہ جب تک قاضی کوئی فیصلہ نہ کرے۔ شریعت ملزم کو مجرم قرار نہیں دیتی۔ اور جب شریعت اسے مجرم نہیں سمجھتی۔ تو اسکی امداد کرنا غداری کس طرح ہو سکتا ہے۔ سوائے اس کے کہ اسے جرم کا ذاتی علم ہو۔ مثلاً اگر کسی کو ذاتی طور پر علم ہو۔ کہ فلاں نے چوری کی ہے۔ اور پھر وہ اسکی مدد کرتا ہے۔ تو وہ مجرم ہے۔ لیکن ملزم کی امداد جس کا جرم قضاء یا علماً ثابت نہیں۔ بہر صورت جائز ہے۔ پھر جو لوگ اس بات پر چڑتے ہیں۔ کہ انہیں جائز و ناجائز وسائل سے ملزم کی امداد کرنے سے کیوں روکا جاتا ہے۔ وہ بھی غلطی پر ہیں۔ کیونکہ

ناجائز امداد ہرگز قابل برداشت نہیں

جس طرح اول الذکر کو غدار کہنا غلط ہے۔ اسی طرح ثانی الذکر کو محض ملزم کی امداد کرنے والا کہنا بھی دھوکا ہے۔

اس سوال کا جواب میں نے تفصیل سے اس لئے بیان کیا ہے۔ تا جماعت کی بعض اصول میں راہنمائی ہو جائے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے۔ کہ اصل اعتراض کا جواب بہت مختصر ہے۔

اصل اعتراض

صرف یہ ہے۔ کہ ایک غریب آدمی ہائی کورٹ اور پھر پریوی کونسل تک کس طرح پہنچ سکتا تھا مزید ہے۔ کہ جماعت نے اسکی مدد کی ہو۔ اس کا اصولی جواب تو وہی ہے۔ جو میں بیان کر چکا ہوں۔ کہ یہ اعتراض محض ناواقفیت کا نتیجہ ہے کیونکہ قانون ملزم کی امداد کرنے سے نہیں روکتا دوسرا جواب جو واقعات کی بناء پر ہے۔ یہ ہے کہ یہ اعتراض محض واقعات سے بے خبری کے سبب سے ہے۔ ہم نے نہ ہائیکورٹ میں نہ پریوی کونسل میں روپیہ خرچ کیا ہے۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ قانون انگریزی میں یہ بات بھی داخل ہے۔ کہ اگر کوئی ملزم نہایت غریب ہو۔ اور وہ خود یا اس کے رشتہ دار یہ طاقت نہ رکھتے ہوں۔ کہ مقدمہ لڑا سکیں۔ اور جرم سنگین ہو۔ تو ملزم کو سرکاری وکیل مہیا کیا جاتا ہے۔ اور

سرکار اپنے خرچ پر وہ مقدمہ لڑاتی ہے

چنانچہ یہاں بھی ایسا ہی ہوا۔ ہائیکورٹ میں شیخ بشیر احمد صاحب کو حکومت نے خود فیس دے کر کھڑا کیا۔ اور پریوی کونسل میں بھی گورنمنٹ کی طرف سے وکیل مقرر ہوا۔ پس یہ کہنا کہ ایک غریب آدمی ہائیکورٹ اور پھر پریوی کونسل تک کس طرح پہنچ گیا۔ یہ ہم پر اعتراض نہیں۔ بلکہ اپنے علم پر اعتراض ہے۔ اور اس امر کا اظہار ہے۔ کہ اپنے ملکی قانون کو بھی وہ نہیں جانتے۔ جس نے یہ دستور مقرر کر رکھا ہے۔ کہ جب کسی ملزم کے متعلق یہ ثابت ہو جائے کہ وہ غریب ہے۔ تو گورنمنٹ خود روپیہ دے کر اسکی طرف سے وکیل کھڑا کر دے۔ اور ملزم کو پوری طرح اپنی بریت پیش کرنے کا موقعہ دے چنانچہ سرکاری طور پر ہمیشہ ایک لسٹ ایسے وکلاء کی تیار رہتی ہے۔ اور ان کی فیسیں بھی اسکی طرف سے مقرر ہوتی ہیں۔ جب کوئی ایسا شخص غریب ملزم ہو۔ جو مقدمہ چلانے کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ تو اس وقت ان وکلاء میں سے کسی ایک کو کہہ دیا جاتا ہے۔ کہ تم اس ملزم کی طرف سے مقدمہ کی پیروی کرو۔ اور فیس ہم سے لو۔ جب اس مقدمہ کا پہلی دفعہ فیصلہ ہوا ہے۔ تو چونکہ افسروں کو علم تھا۔ کہ لوگوں سے چندہ جمع کر کے اس مقدمہ کے اخراجات پورے کئے گئے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہیں۔ اس نے اپیل خاص والوں نے میاں عزیز احمد صاحب سے پوچھا۔ کہ تم اپیل کرنا چاہتے ہو۔ یا نہیں۔ انہوں نے کہا۔ کہ اب تک اس مقدمہ پر جتنا روپیہ خرچ ہوا ہے یہ بھی بعض دوستوں نے میرے ہم وطنوں اور تعلق رکھنے والوں سے چندہ کے طور پر جمع کیا تھا۔ اور اب تو وہ روپیہ بھی خرچ ہو چکا ہے۔ اور میرے پاس ہائی کورٹ میں اپیل کرنے کے لئے کوئی خرچ نہیں۔ انہوں نے کہا۔ تم حکومت کو ایک درخواست دو۔ جس میں لکھو۔ کہ میں غریب آدمی ہوں۔ اور میرے پاس مقدمہ چلانے کے لئے کوئی روپیہ نہیں میری مدد کی جائے۔ اور میری اپیل کے اخراجات کا انتظام فرمایا جاوے۔ ہم اس پر تحقیقات کریں گے۔ اور اگر واقعہ میں ثابت ہو گیا۔ کہ تم غریب آدمی ہو۔ اور مقدمہ چلانے کے لئے تمہارے پاس کوئی روپیہ نہیں۔ تو حکومت اپنے پاس سے ان اخراجات کا انتظام کر دے گی۔ چنانچہ انہوں نے درخواست دے دی سرکار نے یہ معلوم کر کے کہ واقعہ میں یہ غریب آدمی ہے۔ اور اپنے مقدمہ کے اخراجات برداشت نہیں کر سکتا۔ سرکاری وکیل کی امداد کا فیصلہ کیا۔ اور چونکہ ملزم کی طرف سے خواہش تھی۔ کہ اس کی جماعت کا وکیل ہو۔ اور بہتر ہو۔ کہ شیخ بشیر احمد ہوں۔ جن پر میں زیادہ اعتبار کر سکتا ہوں۔ ہائی کورٹ نے مقدمہ شیخ بشیر احمد صاحب کے سپرد کر دیا۔ اور خود انہیں فیس ادا کی۔ چنانچہ شیخ بشیر احمد صاحب ہائی کورٹ کے حکم سے سرکاری روپیہ پر اس کی طرف سے پیش ہوئے۔ اسی طرح جب ہائی کورٹ میں بھی فیصلہ ہو گیا۔ تو اب صرف

پریوی کونسل کا مرحلہ

باقی تھا۔ حکومت کے افسروں نے ان سے دریافت کیا۔ کہ کیا وہ اپنا کیس پریوی کونسل میں لے جانا چاہتے ہیں۔ انہوں نے پہلے تو کہا۔ کہ نہیں۔ مگر بعد میں کہہ دیا۔ کہ ہاں میں لے جانا چاہتا ہوں۔ گورنمنٹ نے یہ قانون بنایا ہوا ہے۔ کہ اگر کسی کی (غالباً) چالیس پونڈ سے کم جائیداد ہو۔ تو اس کی اپیل حکومت خود کرتی ہے۔ اور چونکہ ملزم کی اس قدر جائیداد نہ تھی۔ حکومت نے خود ہی ان کی طرف سے پریوی کونسل میں اپیل کی۔ آپ ہی وہاں کاغذات بھیجے۔ اور آپ ہی وہاں مقدمہ لڑا۔ پس جو اصل اعتراض ہے۔ کہ میاں عزیز احمد صاحب جیسا غریب آدمی ہائی کورٹ اور پھر پریوی کونسل میں کس طرح پہنچا۔ اس کا نہایت مختصر مگر حقیقت پر مبنی جواب یہ ہے۔ کہ وہ

غریب آدمی سرکار کے کندھوں پر چڑھ کر پہنچا

کہتے ہیں۔ ایک پاؤں کٹا شخص تھا۔ اس پر ایک دفعہ یہ الزام لگا۔ کہ اس نے باغ کے پھل چرائے ہیں۔ اب باغ کے اردگرد بڑی بھاری دیوار تھی۔ اور بظاہر یہ بات سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ کہ ایک پاؤں کٹا شخص اس دیوار پر کس طرح چڑھ گیا۔ اور اس نے درختوں سے پھل کس طرح اتار لئے۔ مگر سوائے اس کے اور کوئی مجرم ملتا بھی نہیں تھا۔ آخر

ایک ہوشیار افسر

آیا۔ اور اس نے اس اپاہج کے ساتھ ایک اندھے کو بھی دیکھا۔ یہ دیکھتے ہی اس پر تمام معاملہ کھل گیا۔ اور وہ کہنے لگا۔ اب میں بتاتا ہوں۔ کہ اس نے باغ کا پھل کس طرح چرایا ہے۔ بات یہ ہے۔ کہ یہ اپاہج شخص اس اندھے کی کمر پر چڑھا۔ اور پھر وہاں سے دیوار پر چڑھ کر اس نے پھل توڑ لیا۔ اسی طرح بے شک میاں عزیز احمد صاحب پریوی کونسل تک پہنچے۔ مگر حکومت کے کندھوں پر سوار ہو کر۔ اور اگر یہ ناجائز ہے۔ اور اس طرح پریوی کونسل تک اپنے مقدمہ کو لے جانا قابل اعتراض امر ہے۔ تو احرار کو چاہیئے۔ کہ وہ کسی غریب مسلمان ملزم کی طرف سے گورنمنٹ کو اپنا وکیل مقرر کرنے نہ دیں۔ اور اگر کرے۔ تو اس کے خلاف سخت شور مچائیں۔ اس کے بعد ان کا حق ہوگا۔ کہ وہ ہم پر اعتراض کریں۔ مگر اس سے پہلے ان کا اعتراض کرنا محض حماقت اور نادانی ہے۔ (الفضل)

احباب و عہدیداران جماعت خاص توجہ کریں

گذشتہ دو ماہ سے بعض شہری اور زمیندار جماعتوں کی طرف سے چندہ کی رفتار نہایت مدھم ہے۔ اور بمقابلہ بجٹ سال رواں جس قدر آمد ہونی چاہیئے تھی۔ نہیں ہو رہی۔ حالانکہ ماہ جون و جولائی میں زمینداروں کے چندہ کی وجہ سے بہت بیشی ہونے کی امید تھی۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ عہدیداران جماعتہائے متعلقہ کی طرف سے اس چندہ کی فراہمی میں کوتاہی ہوئی ہے۔ زمیندارہ جماعتیں خصوصاً چندہ میں پیچھے ہیں۔ ان کے عہدہ داروں کو چاہیئے۔ کہ جلد اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کریں۔ اس وقت سلسلہ کی بعض اور تحریکات کے لئے بھی چندہ کا علیحدہ مطالبہ ہو رہا ہے۔ لیکن یہ یاد رہے۔ کہ چندہ عام ایک فریضہ چندہ ہے۔ اس لئے دیگر چندوں کی وجہ سے اس لازمی چندہ پر کوئی اثر نہیں پڑنا چاہیئے۔ گذشتہ دو ماہ کی کمی چندہ کے متعلق مجھے زیادہ تر یہ وجہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ نئے سال سے جماعتوں کے عہدہ دار نئے تبدیل کئے گئے ہیں۔ اور کئے جا رہے ہیں۔ اس ردّ و بدل کی وجہ سے چلتے ہوئے کام میں کچھ رکاوٹ پیدا ہوئی ہے۔ جو وقت زمیندارہ سے چندہ کی وصولی کا تھا۔ وہی ان کے چارج کے لینے دینے اور کام کے سمجھنے سمجھانے میں صرف ہو گیا۔ اسی لئے بر وقت باقاعدہ چندہ کی وصولی نہ ہونے کے سبب کمی واقع ہوئی ہے۔ اس لئے بذریعہ اعلان ہذا عہدہ داران مال کو خاص طور پر توجہ دلائی جاتی ہے۔ کہ چندہ کی فراہمی میں جو کسی نہ کسی وجوہات کی بنا پر کوتاہی ہوئی ہے۔ اس کی بہت جلد تلافی کی جائے۔ یعنی جن دوستوں سے ابھی تک چندہ وصول نہ ہوا ہو۔ ان سے بہت جلد وصول کر کے داخل خزانہ فرمائیں۔ اور آئندہ باقاعدہ فراہمی اور بھجوانے کا انتظام فرمائیں۔ (ناظر بیت المال)

پردہ کے متعلق حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات

خاکسار نے پردہ کے احکام کے متعلق حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالےٰ سے کچھ تشریح چاہی تھی۔ اس کا حسب ذیل جواب حضور کی طرف سے بذریعہ پرائیویٹ سکرٹری موصول ہوا۔ خاکسار عباس علی شاہ سکرٹری تعلیم و تربیت نواب شاہ سندھ

سوال۔ کیا ان بارہ افراد (مذکورہ سورۂ نور) کے علاوہ سب سے پردہ لازمی ہے۔ یا اور استثنائی صورتیں بھی ہیں۔ مثلاً بنی موعود۔ خلفاء یا عام خلفاء کے بارے میں کیا حکم ہے۔

جواب۔ میرے نزدیک جو بمنزلہ ایسے رشتہ داروں کے ہوں۔ ان سے نیم پردہ جائز ہے۔ یعنی بے تکلفی نہ ہو۔ مگر سر ڈھانک کر سامنے ہو جائے۔ تو منع نہیں۔ گو واجب بھی نہیں۔

سوال۔ اس وقت عام رواج کے مطابق دیور۔ بہنوئی۔ چچا یا ماموں کے لڑکوں یا اسی طرح کے نزدیکی رشتہ داروں سے پردہ نہیں کیا جاتا۔ اس کے متعلق حضور کا کیا ارشاد ہے۔

جواب۔ (ان) سے پردہ ہے۔ ہاں یہ پردہ دوسروں سے کم ہے۔ یعنی جو کم سے کم پردہ ہے۔ وہ ان سے ہے۔

سوال۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں حضرت اقدس کا کیا طریق تھا۔ اور اس وقت حضور کے خاندان میں کیا طریق ہے۔

جواب۔ جواب نمبر ۳ و ۲ کے مطابق۔

سوال۔ بعض حالات میں رشتہ دار عورتیں رشتہ داری کی وجہ سے پردہ نہیں کرتیں۔ حالانکہ مندرجہ بالا حکم کے مطابق ان کو پردہ کرنا چاہیئے۔ تو کیا ان کو مجبور کیا جائے۔ کہ پردہ کریں۔ اور انسان خود سامنے آنے سے پرہیز کرے۔ یا جو پردہ نہ کریں۔ ان کے سامنے آنے میں کوئی حرج نہیں۔

جواب:۔ جو خود پردہ نہیں کرتی۔ اگر اس پر اختیار ہو۔ تو روکے۔ ورنہ اس پر گناہ نہیں۔ ہاں خلوت میں نہ بیٹھے۔ بے تکلف نہ ہو۔

سوال۔ کیا یہ درست ہے۔ کہ جس سے نکاح جائز ہے۔ وہ غیر محرم ہے۔ اور جس سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ وہ محرم اور ہر ایک محرم سے پردہ ناجائز ہے۔ اور ہر ایک غیر محرم سے پردہ ضروری اور لازمی ہے۔

جواب۔ یہ اصول درست نہیں۔ ہر شادی شدہ عورت سے نکاح ناجائز ہے۔ مگر پردہ ہے۔ ایام رضاعت کے بعد دودھ پینے والے سے پردہ نہیں۔ لیکن نکاح جائز ہی

امام الصلوٰۃ پر بیجا اعتراض کے متعلق حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد

ایک صاحب نے اپنے ہاں کے امام الصلوٰۃ کے متعلق حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے حضور اس قسم کی شکایت کی۔ کہ اسے اردو تک درست پڑھنا نہیں آتا۔ جس کی وجہ سے مجھے بہت دکھ اور غم ہوا۔ اور میں اس کے پیچھے نماز پڑھے بغیر چلا آیا۔ اس پر حضور نے لکھایا:۔

آپ کا غم اپنے نفس کا پیدا کیا ہوا ہے۔ آپ نے نماز تو اللہ تعالےٰ کی پڑھنی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اگر حافظ معین الدین صاحب مرحوم اور میاں جان محمد صاحب مرحوم کے پیچھے نماز پڑھ سکتے تھے۔ تو آپ میاں رمضان صاحب کے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھ سکتے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اراضی مرہونہ کی واپسی

سنہ ۱۹۰۰ء میں پنجاب کا ایکٹ انتقال اراضی منظور ہؤا تھا۔ جس کے رو سے ساہوکار یا غیر زراعت پیشہ لوگ اراضیات کو رہن نہیں رکھ سکتے۔ تھے۔ اب حکومت پنجاب کا ارادہ ہے۔ کہ اس قانون کے نفاذ سے پیشتر جس قدر زمینیں ساہوکاروں کے پاس رہن ہیں۔ وہ اصلی مالکان اراضی یعنی زمینداروں کو واپس لوٹادی جائیں۔ اور ساہوکاروں کے پاس کوئی مرہونہ اراضی باقی نہ رہے۔ اس قانون کے اغراض ومقاصد میں درج ہے۔ کہ اس وقت بھی بہت سی بیع شدہ زمینیں ایسی ہیں۔ جن کا اصل زر بمعہ سود ادا کیا جاچکا ہے۔ بلکہ ساہوکار اس سے کئی گنا زیادہ رقم وصول کرچکے ہیں۔ بعض صورتوں میں تین سو اور پانسو روپے کے عوض لاکھ لاکھ اور سوا سوا لاکھ روپیہ مالیت کی جایئدادوں پر انہوں نے ناجائز قبضہ کرلیا۔ اور اب تک قبضہ مخالفانہ جمائے بیٹھے ہیں۔ نئے قانون کا یہ مقصد ہے۔ کہ ایسی زمینوں کو جن سے اس قدر رقم وصول ہوچکی ہو۔ بغیر معاوضہ کے اور دیگر مرہونہ زمینوں کو معقول معاوضہ اداکر کے اصل مالکوں کے حوالے کردیا جائے۔ بل کو سیلیکٹ کمیٹی (مجلس منتخبہ) کے حوالے کردیا گیا ہے۔

مختصر الفاظ میں اس بل کا مقصد یہ ہے کہ اس قانون کے نفاذ سے پیشتر کی جس قدر اراضیات ساہوکاروں کے پاس ہیں۔ وہ ان کے پاس نہ رہیں۔ رہن شدہ زمینیں اصل مالکوں کو واپس دلانے کی مساعی جمیلہ یونینسٹ پارٹی کی طرف سے جاری ہے۔ وہ زمینداروں کے مفاد کے لئے ساہوکاروں اور ان کے حامی سرمایہ دار ارکان اسمبلی کے ساتھ باقاعدہ جنگ کررہی ہے۔ ساہوکار اور ان کے حامی سرمایہ دار ایک طرف گورنر پنجاب کو تاریں بھیج رہے ہیں۔ کہ ساہوکارہ بل اور قانون اراضی کو منظور نہ کیا جائے۔ لاہور وغیرہ شہروں میں گنجی کانی ہڑتالیں کرا رہے ہیں۔ دوسری طرف اتحاد پارٹی کو بدنام کرنے کی کوشش کررہے ہیں۔ مگر چونکہ ان کی نیت بخیر نہیں۔ اس لئے انہیں کامیابی نہیں ہوگی بلکہ آسمان کا تھوکا ان کے منہ پر آئے گا۔ انشاءاللہ یونینسٹ پارٹی کے مقابلہ پر ان کو منہ کی کھانی پڑے گی۔

بل کی شرائط

اس قانون کے ذریعے زمین کے مالک زراعت پیشہ کو یہ حق ہوگا۔ کہ وہ اپنی بیع شدہ زمین کی واپسی کے لئے کلکٹر کے پاس درخواست دے۔ اس عرضداشت پر قانون کے مطابق غور کیا جائے گا۔ اس درخواست کے موصول ہونے پر کلکٹر کا یہ کام ہوگا۔ کہ درخواست کے پیش نظر ضروری تحقیقات کرے۔ اور اس کے بعد یہ فیصلہ دے۔ کہ متنازعہ زمین واقعی اس قانون کے ماتحت واپس دی جاسکتی ہے۔ وہی اس کے متعلق حکمنامہ لکھے گا۔ اگر کلکٹر اس نتیجہ پر پہنچے۔ کہ متنازعہ اراضی پر اس ایکٹ کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ تو وہ اس کو خارج کرسکتا ہے۔

زمین واپس لوٹا دی جائے۔

اگر کلکٹر اس نتیجہ پر پہنچے۔ کہ متنازعہ زمین پر ایکٹ مذکورہ نافذ ہوتا ہے۔ تو وہ تحریری احکام صادر کرسکتا ہے۔ کہ (الف) اس بیعنامہ کو منسوخ کردیا گیا۔ (ب) جہاں زمین پر ساہوکار کا قبضہ ہو۔ وہاں یہ حکم دیا جاسکتا ہے۔ کہ زمین بیع کرانے والے زمیندار کے حوالے کردی جائے۔ اور زمیندار کے حق میں ڈگری دی جائے۔

منافع مدنظر رکھا جائے۔ اگر کلکٹر اس نتیجہ پر پہنچے۔ کہ ساہوکار نے رہن شدہ زمین سے اس قدر فائدہ اٹھایا ہے۔ جو اصل زر کے برابر یا اس سے زاید ہے۔ تو زمین واپس اصل مالک کو لوٹا دی جائے گی۔ اور اسے کوئی مزید رقم ساہوکار کو نہ دینی ہوگی۔ کس قدر معاوضہ دلوایا جائے۔ لیکن اگر کلکٹر کا یہ خیال ہو۔ کہ منافع اس قدر کم ہؤا ہے۔ کہ زمین بیع کرانے والے زمیندار کے ذمہ بھی کچھ رقم باقی ہے۔ تو وہ ذیل کی شرائط کے ماتحت زمین کو مالک کے حوالے کرسکتا ہے۔

(۱) اگر زمین کو بیع ہوئے ۳۰ برس سے زائد اور ۴۰ برس سے کم عرصہ گزرا ہو۔ تو اس مالیہ کی تیس گنا رقم ادا کی جائے۔ جو کہ اس برس ادا کیا گیا۔ جس وقت زمین رہن کی گئی۔

(۲) اگر زمین کو بیع ہوئے ۴۰ برس سے زائد اور ۵۰ برس سے کم عرصہ ہؤا ہو۔ تو پہلے برس کے مالیہ کی صرف ۱۵ گنا رقم ادا کی جائے۔

(۳) لیکن اگر یہ عرصہ ۵۰ برس سے زائد ہو۔ تو پہلے برس کے مالیہ کی صرف ۵ گنا رقم ادا کی جانی ضروری ہے۔

ساہوکار کو واپسی کا حکم۔ اگر کلکٹر یہ فیصلہ کرے۔ کہ بیع شدہ زمین کو بغیر کسی معاوضہ کے اصل مالک کو لوٹا دیا جائے۔ تو وہ اس وقت ساہوکار کے حقوق کی تنسیخ کا اعلان کردیگا۔ اور اسے حکم دے گا۔ کہ وہ جملہ کاغذات کے ہمراہ اس زمین کو اصل مالک کے حوالے کردے۔

معاوضہ کی رقم جمع کرائی جاوے۔ اگر کلکٹر کا یہ خیال ہو۔ کہ ابھی کچھ رقم اصل مالک کے ذمہ ہے۔ تو بیع کرانے والے زمیندار سے کہے گا۔ کہ وہ معاوضہ کی رقم جمع کرائے۔ معاوضے کی ادائیگی کے بعد اس زمین کو اصل مالک کے حوالے کرنے کے لئے بدستور سابق ساہوکار کو احکام صادر کرے گا۔

اگر مزاحمت کی جائے۔ کلکٹر کو یہ حق ہوگا۔ کہ بیع رکھنے والے ساہوکار کے حقوق کو خارج کرنے کے بعد بیع شدہ زمین کی واپسی کے لئے احکام جاری کردے۔ اگر اس حکم نامہ کی تعمیل میں مزاحمت کی جائے۔ تو کلکٹر ضابطہ دیوانی کے اکیسویں حکمنامہ کی دفعات ۹۷ اور ۹۸ کے تمام اختیارات کو عمل میں لاسکتا ہے۔

(پیسہ)

چند روز سے احیائے خلافت کی خبریں موصول ہورہی ہیں۔ خبروں کے ماخذ لنڈن وپیرس ہیں۔ اور خلافت کا مستقر مصر کو بنایا جارہا ہے۔ اس وقت عالم اسلام جس قسم کے سیاسی بحران اور خلفشار میں مبتلا ہے اسکی موجودگی میں احیائے خلافت کا تذکرہ بھی بے محل ہے۔

اس وقت حالت یہ ہے کہ عالم اسلام تین حصوں میں تقسیم ہے۔ (۱) وہ بہت بڑا حصہ جو عیسائی حکومتوں کے براہ راست ماتحت ہے دوسرے وہ علاقہ جس پر عیسائی اور غیر مسلم بالواسطہ اقتدار رکھتی ہیں۔

اور تیسرے وہ خوش نصیب ممالک جو پورے طور پر آزاد ہیں۔ خلافت اسلامیہ کا تصور اسی صورت میں کامیاب ہوسکتا ہے۔ کہ تمام عالم اسلام آزاد اور خود مختار ہو۔ غلام ممالک کا مل کر خلافت اسلامیہ قائم کرنا نہ صرف بے معنی ہے۔ بلکہ مضحکہ خیز بھی ہے۔ جب حالت یہ ہو۔ کہ محکوم علاقوں کے مسلمان خلیفۃ المسلمین کے احکام کی پیروی تو درکنار خود اسکی ذات کو غیر مسلم حکومتوں کے حکم پر بندوق کا نشانہ بنانے سے دریغ نہ کرسکیں تو خلافت کا منصب کیا معنی رکھ سکتا ہے

(زمزم)

آج کل بے روزگاری کی وبا ہندوستان کے گھر گھر میں پھیلی ہوئی ہے۔ مگر ہندوستانی گورنمنٹ اس وبار کے انتظام سے بالکل بے پرواہ معلوم ہوتی ہے۔ بلکہ گورنمنٹ ہندوستان کے بعض ڈیپارٹمنٹ اس بیروزگاری سے ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ ابھی حال ہی میں ریڈیو کے محکمہ نے ساڑھے سات روپے کے فارم پر درخواستیں مانگی ہیں۔ امید ہے۔ کہ اس طرح تیس چالیس ہزار روپے یہ محکمہ بھی کمالے گا۔

پس کیا یہ طرز عمل برٹش گورنمنٹ ہند کے لئے زیبا ہے؟ اردو میں کہاوت ہے۔ مرے کو ماریں شاہ مدار۔ جو رعایا بھوکی مر رہی ہے۔ اسکی روزی کے انتظام سے سب غافل ہیں۔ (منادی)

دنیا کے بعض علاقوں میں انسانوں کی طرح حیوان بھی اپنی غلطیوں اور "جرائم" کی جوابدہی کے لئے عدالتوں میں پیش ہوتے ہیں۔ اور ثبوت جرم کے بعد سزایاب ہوتے ہیں امریکہ کی سپریم کورٹ نے حال ہی میں ایک کتے کو موت کی سزا دی ہے۔ اس نے ایک وکیل کو کاٹ کھایا تھا۔

ایک فرانسیسی کمپنی نے ایک بندر کو اس بات کے لئے ملازم رکھا۔ کہ وہ ایک "سین" میں ناریل کے درخت پر چڑھ کر ہیرو پر ناریل پھینکے۔ جب سین کا وقت آیا۔ تو ایسا ہؤا۔ کہ بندر نے درخت پر چڑھنے سے یکسر انکار کردیا۔ فلم کمپنی نے معاہدے کی خلاف ورزی پر بندر کے خلاف عدالت میں دعوےٰ دائر کردیا۔ بندر کی طرف سے عدالت میں یہ صفائی پیش کی گئی۔ کہ یہ مصنوعی درخت اس قسم کا نہیں۔ جس پر بندر عام طور پر چڑھتے ہوں۔ فلم کمپنی کا دعوےٰ خارج ہوگیا۔

چند سال ہوئے۔ پیرس میں ایک پاگل بیل کو گرفتار کیا گیا۔ جس نے ایک آدمی کو مار ڈالا تھا۔ بیل پر مقدمہ چلا۔ اور بعد ثبوت جرم ثابت ہونے پر بیل کو "ایک آدمی کے قتل کرنے" کے جرم میں پھانسی کی سزا دی گئی۔

اندازہ لگایا گیا ہے۔ کہ دنیا جہان کے سمندروں کے پانیوں میں چودہ کھرب اونس سونے کی مقدار موجود ہے۔ اگر یہ تمام سونا نکالا جاسکے۔ تو دنیا کے ہر مرد۔ عورت اور بچے کے پاس چالیس ہزار روپے کی مالیت کا سونا ہوجائے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اس سونے کو نکالا کس طرح جائے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

چیدہ خبریں

جالندھر۔ ۱۱ جولائی۔ مشہور سکھ لیڈر بھائی موتا سنگھ کو تشدد کے جرم میں تین سال قید سخت اور پانچ سو روپیہ جرمانہ کی سزا دی گئی ہے۔

شملہ۔ ۱۱ جولائی۔ ایک نیا مسودہ قانون وضع کیا گیا ہے۔ جس کی رو سے غیر زراعت پیشہ ساہوکاروں کی طرح زراعت پیشہ ساہوکاروں کو بھی قرضے میں زمینداروں کی زمین لینے سے منع کیا گیا ہے۔

شملہ۔ ۱۲ جولائی۔ پنجاب اسمبلی میں آج کل جو چار بل پیش ہیں۔ اور جن کے خلاف پنجاب کے ہندوؤں نے ایک عام صدائے احتجاج بلند کر رکھی ہے۔ اُن کے متعلق آل انڈیا کسان کانفرنس کے صدر اور سرکردہ کانگرسی لیڈر پروفیسر رنگا نے ایک طویل بیان شائع کر کے ان کی زبردست حمایت کی ہے۔

کلیان۔ ۱۲ جولائی۔ جی۔ آئی۔ پی ریلوے پر کلیان اور آسن گاؤں کے سٹیشنوں کے درمیان چند ڈاکوؤں نے چلتی گاڑی میں عورتوں کے ڈبے میں داخل ہو کر ان کے زیورات لوٹ لئے۔

شملہ۔ ۱۴ جولائی۔ آج پنجاب اسمبلی میں مرہونہ اراضی کی واگذاری کے متعلق بل میں ایک اہم ترمیم یہ منظور کی گئی ہے۔ کہ مجوزہ قانون کے حلقہ اثر میں ۱۹۰۱ء تک کی مرہونہ اراضی بھی آجائیں۔ نیز اس امر کا کوئی لحاظ نہ رکھا جائے۔ کہ اراضی غیر زراعت پیشہ لوگوں کے پاس رہن ہے۔ یا زراعت پیشہ کے پاس خیال کیا جاتا ہے۔ کہ اس ترمیم سے حزب مخالف کے اعتراضات ایک حد تک دور ہو جائیں گے۔ ساہوکارہ بل کے متعلق مخالف پارٹیوں کی پیش کردہ تمام ترامیم گر گئیں۔

شنگھائی۔ ۱۴ جولائی۔ چین و جاپان کی جنگ کے متعلق تازہ ترین اطلاعات مظہر ہیں۔ کہ جنوبی چین میں جاپانیوں کی سرگرمیاں بہت تیز ہو رہی ہیں۔ آج جاپانی جہازوں نے کینٹن اور ہنکاؤ پر بم برسائے۔ جس سے سینکڑوں آدمی ہلاک زخمی ہوئے۔

شملہ۔ ۱۵ جولائی۔ معلوم ہؤا ہے۔ کہ راجہ نریندر ناتھ نے کل گورنر سے ان بلوں کے متعلق جو پنجاب اسمبلی میں پیش ہیں۔ طویل ملاقات کی۔ اور انہیں بتایا۔ کہ جن لوگوں پر ان بلوں کا اثر ہوتا ہے۔ ان کے جذبات کیا ہیں۔ یہ بھی معلوم ہؤا ہے۔ کہ راجہ صاحب نے گورنر کے سامنے یہ تجویز پیش کی۔ کہ ان بلوں پر مزید بحث و مباحثہ آئندہ سشن تک ملتوی کر دیا جائے۔ مگر اسمبلی بلوں کو پاس کر دے۔ تو آپ ان بلوں پر اپنی منظوری دینے میں تاخیر کر دیں۔ تاکہ لوگوں کو کافی وقت مل جائے۔ اور وہ ان کے اثرات کے متعلق اپنی رائے کا غور و خوض کے ساتھ اظہار کر سکیں۔

—— مولانا ابوالکلام آزاد نے پنجاب اسمبلی کے کانگرسی ممبروں کو حکم بھیجا ہے۔ کہ وہ ان بلوں کی حمایت کریں۔ اور کاشتکاروں کو فائدہ پہنچانے والے دفعات کی ہرگز مخالفت نہ کریں۔

کراچی۔ ۱۵ جولائی۔ مالیہ کی نئی شرح کے متعلق یونائیٹڈ پارٹی (نہ کہ گورنر) سے اختلاف رائے ہونے پر وزیر اعظم سندھ پارٹی سے مستعفی ہو گئے ہیں۔ آپ وزارت کو برقرار رکھنے کے لئے اسمبلی کی دوسری پارٹیوں سے تعاون کی گفتگو کر رہے ہیں۔ ادھر یونائیٹڈ پارٹی وزارت کے خلاف عدم اعتماد کا ووٹ پاس کرانے کی تیاریاں کر رہی ہے۔

ناگپور۔ ۱۵ جولائی۔ سی۔ پی کے دو وزیر (وزیر خزانہ اور وزیر تعمیرات) اپنے رفیقوں سے اختلاف رائے رکھنے کے باعث مستعفی ہو گئے ہیں۔

اجمیر۔ ۱۵ جولائی۔ سیکر کے حالات میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ سیکر کے راجپوت ہتھیار ڈالنے پر آمادہ نظر نہیں آتے۔ سیکر کی رعایا اور جے پور کی فوجیں مسلح ایک دوسرے کے بالمقابل پڑی ہیں۔ مہاراجہ جے پور انگلستان سے کل جے پور پہنچ جائیں گے۔ اور آپ کی آمد پر سیکر کے بارے میں کوئی قطعی فیصلہ کیا جائے گا۔

لاہور۔ ۱۵ جولائی۔ گرمیوں کی تعطیلات کے لئے ہائی کورٹ بند ہو گیا ہے۔ اب ۲۷ ستمبر کو دوبارہ کھلے گا۔ تعطیلات کے ایام میں مسٹر جسٹس سکیمپ اور رام لال کام کریں گے۔ کئی جج انگلستان جانے کی غرض سے روانہ ہو گئے ہیں۔

لاہور۔ ۱۵ جولائی۔ آج بعد دوپہر ایک بج کر پینتیس منٹ پر زلزلے کا ایک شدید جھٹکہ محسوس ہؤا۔ زلزلہ آنے سے پہلے موٹر کے آنے کی سی صدا برآمد ہوئی۔ لوگوں پر سخت ہراس طاری ہو گیا۔ اور وہ گھبرا کر اپنے گھروں سے باہر نکل آئے۔ اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ امرتسر میں بھی زلزلہ محسوس کیا گیا۔

شملہ۔ ۱۵ جولائی۔ وزیرستان سے آمدہ تازہ ترین اطلاعات سے پایا جاتا ہے۔ کہ سرکاری فوجیں فقیر ایپی کی تلاش میں ایک ایسے مقام پر پہنچ گئیں۔ جہاں سے فقیر ایپی صرف دو میل کے فاصلے پر تھا۔ لیکن فقیر ایپی صاف بچ کر نکل گیا۔ فقیر کی فوج کے ساتھ سرکاری فوج کے ایک لشکر کا مقابلہ ہؤا۔ جس میں ایک برطانوی افسر اور ایک سپاہی ہلاک ہؤا۔ اور ایک ہندوستانی افسر اور سات سپاہی زخمی ہوئے۔

جنوبی وزیرستان میں آج امن رہا۔ اطلاع ملی ہے۔ کہ ملا شیر علی کا لشکر منتشر ہو گیا ہے۔

لاہور۔ ۱۵ جولائی۔ چینی مسلمانوں کا جو وفد لاہور آیا ہؤا ہے۔ اسکی آمد کی تقریب پر شاہی مسجد لاہور۔ حبیبیہ ہال (اسلامیہ کالج) اور برکت علی محمڈن ہال (موچی دروازہ) میں جلسے کئے گئے۔ جن میں وفد کے ارکان نے تقریریں کیں۔ تقریروں میں زیادہ تر زور اس بات پر دیا گیا۔ کہ ہندوستانیوں کو جاپان کے مقابلے میں چینیوں کی اخلاقی مدد کرنے کے لئے جاپانی مال کا بائیکاٹ کرنا چاہیئے۔

لدھیانہ۔ ۱۵ جولائی۔ ایک سائل کی رپورٹ پر کہ ضلع کچہری کا ایک کلرک مجھ سے رشوت طلب کرتا ہے۔ مسٹر چودھری اسسٹنٹ کمشنر نے سائل کو ایک نشان زدہ سکہ دیا۔ جو اس نے رشوت مانگنے والے کو دے دیا۔ تلاشی پر کلرک سے سکہ برآمد ہو گیا۔ اور اسے گرفتار کر لیا گیا۔

لنڈن۔ ۱۵ جولائی۔ حکومت کی طرف سے انڈیا آفس میں لارڈ اور لیڈی لنلتھگو کے استقبال کا اہتمام کیا گیا۔ میزبانوں میں لارڈ زیٹلینڈ۔ سر آغا خاں اور سر محمد ظفر اللہ خاں شامل تھے۔

—— ۱۵ جولائی۔ جاپان میں حال ہی میں جو طوفان آیا۔ اس میں سرکاری بیان کے مطابق ۲۴ ملین پونڈ کا مالی نقصان ہؤا۔ ۹۳۳ آدمی ہلاک اور ۳۹۴ آدمی زخمی ہوئے۔ نو ہزار مکانات تباہ ہو گئے۔

ٹوکیو۔ ۱۵ جولائی۔ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ روس کی فوجوں نے مانچوکو کی سرحد کو عبور کر لیا ہے۔ اور انہوں نے ایک پہاڑی پر قبضہ کر لیا ہے۔ مانچوکو کی حکومت کی طرف سے روس کو الٹی میٹم دیا گیا ہے۔ کہ وہ اس علاقے سے اپنی فوجیں واپس بلا لے۔ اور آئندہ کے لئے ایسی حرکت کرنے کی جرأت نہ کرے۔

لنڈن۔ ۱۵ جولائی۔ حضور ملک معظم جن کی طبیعت چند دن ہوئے۔ ناساز ہو گئی تھی۔ رُو بصحت ہیں۔ امید ہے۔ کہ وہ سوموار کے دن اپنے محل کی گارڈن پارٹی میں شریک ہوں گے اور منگل وار کے دن معہ ملکہ معظمہ پیرس کو روانہ ہو جائیں گے۔

لنڈن۔ ۱۵ جولائی۔ ایشین سوسائٹی میں تقریر کرتے ہوئے لارڈ ولنگڈن نے کہا۔ کہ میں ہندوستان میں سولہ سال کے تجربے کی بنا پر کہہ سکتا ہوں۔ کہ جو کچھ پنڈت جواہر لال نہرو یہاں انگلستان میں کہہ رہے ہیں۔ ہندوستان میں نوّے فی صدی لوگ ان سے متفق نہیں۔ مجھے یقین ہے۔ کہ ہندوستان کے لوگ نہایت وفاداری کے ساتھ برطانیہ سے وابستہ رہنا چاہتے ہیں۔

—— فلسطین میں بدستور کشت و خون کا سلسلہ جاری ہے۔ حالات روز بروز زیادہ نازک ہو رہے ہیں۔

انگورہ۔ ۱۳ جولائی۔ حکومت ترکی اس مالی سال میں جو اسی مہینے شروع ہؤا ہے۔ ہوائی حملوں کے خلاف احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کے لئے ۶۰ لاکھ ترکی پونڈ خرچ کرے گی۔ جو دس لاکھ انگریزی پونڈوں کے برابر ہوتے ہیں۔

بیت المقدس۔ ۱۴ جولائی۔ حیفہ میں شمالی سرحد پر برطانوی حکام نے عربوں کے حملہ کو روکنے کے لئے ایک نئی تدبیر سوچی ہے۔ رات کے وقت برطانوی حکام مسلح فوج کے ساتھ گشت کرتے ہیں۔ یہودی افواج کو آگے رکھا جاتا ہے۔ جب عرب اس فوج پر حملہ کرتے ہیں۔ تو برطانوی فوج پیچھے سے ان کے گرد گھیرا ڈال لیتی ہے۔ اور اس طرح عربوں کی سرگرمیوں کا خاتمہ کر دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔

شنگھائی۔ ۱۴ جولائی۔ جاپان اور چین کی جنگ بدستور جاری ہے۔ جنوبی چین میں جاپانیوں کی سرگرمیاں زیادہ تیز ہو رہی ہیں۔ آج صبح جاپانی ہوائی جہازوں نے کینٹن اور ہنکاؤ۔۔

لنڈن۔ ۱۵ جولائی۔ ایام جنگ میں خوراک کی بہم رسانی کا انتظام کرنے کے لئے ایک فنڈ کھولا گیا ہے۔ جس میں ۸۵ لاکھ پونڈ جمع کئے جائیں گے۔ معلوم ہؤا ہے۔ کہ گیہوں، شکر اور مٹی کے تیل کے ذخائر ابھی سے فراہم کرنے لگے ہیں۔